حضرت جی رحؒ کی یادگار تقریریں



ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدینؒ۔ نئی دہلی ۱۳

حضرت جیؒ کی
یادگار تقریریں

یعنی

رئیس التبلیغ حضرت مولانا شاہ محمد یوسف صاحب دہلوی قدس سرہ
کی اہم وعظیم اجتماعات کی تقریریں جو مخصوص حضرات نے قلمبند کیں،
نیز آخری سفر کی روداد اور حیات ناپائدار کے آخری لمحات
اور تعزیتی تاثرات اور بعض اہم تعزیتی نظموں کا مجموعہ،

مُرتّبہ

انیس احمد

ناشر

ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدینؒ نئی دہلی ۱۳

فون: ۶۱۷۱۴۲

نام کتاب : حضرت جی کی یادگار تقریریں
مرتب : منشی، انیس احمد
ناشر : ادارہ اشاعت دینیات، حضرت نظام الدینؒ نئی دہلی ۱۳
کاتب : سید آصف علی دہلوی

بمبئی برانچ : ادارہ اشاعت دینیات ۳۶، محمد علی روڈ بمبئی ۳

ISBN 81-7101-066-0

جوہر آفسٹ پرنٹرز موجپور - دلی ۵۳

فہرست مضامین

حضرت جی کی ایک یادگار تقریر

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف نور اللہ مرقدہٗ نے یہ تقریر دل پذیر اپنی وفات سے ایک ہفتہ قبل گوجرانوالہ میں نماز جمعہ سے قبل فرمائی تھی۔ گویا یہ آپ کی زندگی کا آخری جمعہ تھا۔ جس میں آپ نے یہ تقریر فرمائی۔ اس سے اگلے جمعہ یعنی ۲ اپریل ۱۹۶۵ء کو لاہور بلال پارک میں آپ کا وصال ہوگیا۔ اور آپ ہم سب کو سوگوار چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مرتبہ: میر عبد الحلیم گوجرانوالہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

میرے بھائیو اور دوستو! انسان کو حق تعالیٰ شانہ نے تھوڑے دنوں کے لئے اس دنیا میں بھیجا ہے اور محنت کی دولت دے کر بھیجا ہے اور اس لئے بھیجا ہے کہ اپنی محنت کو اپنے اوپر خرچ کر کے قیمتی بنالے۔ اگر اس نے اپنی محنت کو اپنے اوپر خرچ کر کے اپنے کو قیمتی بنالیا تو حق تعالیٰ شانہ دنیا میں بھی رحمتوں کی بارش برسائیں گے۔ انعامات کی بارش برسائیں گے۔ کامیابیوں کے دروازے کھولیں گے۔ اور جب یہ مر جائے گا تو اس کی قیمت کے اعتبار سے جتنا اس نے اپنے قیمتی بننے میں محنت کی ہوگی اور جتنا اپنی ذات کو قیمتی بنالیا ہوگا اس کے اعتبار سے اسے جنت کے درجے عطا فرمائیں گے۔ ساتوں زمینوں آسمان سے دس گنے سے زیادہ سے لیکر لاکھوں اور کروڑ گنا تک ایک انسان کو ملے گا اسکی اپنی قیمت کے اعتبار سے اس کے اندر کیا قیمت ہے۔ اب میرے عزیز دوستو! یہ جو انسان کی محنت ہے۔ یہ دوزخی ہے۔ اس محنت سے دوزخ پہ بنتا ہے۔ باہر چیزوں کی شکلیں بنتی ہیں۔ انسانوں کی محنت سے سڑکوں کی شکل، موٹروں کی شکل، سواریوں کی شکل غذاؤں کی شکل، حلوؤں کی شکل، کھانے پینے کی چیزوں کی شکل، سواریوں کی مکان کی شکل تو چیزوں کی شکلیں تو بنتی ہیں، انسان کے باہر اور یقین کی شکلیں بنتی ہیں۔ انسان

کے اندر نیت کی شکلیں بنتی ہیں۔انسان کے اندر علم اور جہل کی شکلیں بنتی ہیں۔انسان کے اندر غفلت اور ذکر بنتا ہے۔انسان کے اندر اخلاق اور بداخلاقی کا نور اور ظلمت بنتا ہے۔ انسان کے اندر تو انسان کی محنت سے۔جس طرح باہر چیزوں کی شکلیں بنتی ہیں اسطرح اندر میں ایمان کی، یقین کی اخلاق کی، محبت کی، عداوت کی شکلیں اندر میں بنتی ہیں محنت کرتے کرتے کسی سے محبت کرنیوالا بنتا ہے۔کسی سے عداوت کرنے والا بنتا ہے، محنت کرتے کرتے کسی پہ اعتماد کرنیوالا بنتا ہے کسی پر اعتماد نہ کرنے والا بنتا ہے۔محنت کرتے کرتے کسی پر یقین کرنیوالا بنتا ہے کسی پہ یقین نہ کرنے والا بنتا ہے۔ تو محنت سے چیزوں کی شکلیں تو بنیں گی باہر، اور یقین کی، نیت کی علم، دھیان کی، محبت کی، عداوت کی، اعتماد کی، بھروسے کی یہ شکلیں انسان کے اندر بنیں گی۔جو باہر بن رہی ہیں۔شکلیں چاہے وہ وزیروں کے ہاتھ میں ہوں شکلیں چاہے وہ صدروں کے ہاتھ میں ہوں۔شکلیں چاہے وہ گورنروں کے ہاتھ میں ہوں، چاہے وہ ان سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں شکلیں ہوں، چاہے وہ مزدوروں کے ہاتھوں میں شکلیں ہوں۔شکلوں کو انسان ہر جگہ منتقل نہیں کرتا۔اور ان چیزوں کی شکلیں انسان کے ساتھ ہر جگہ منتقل نہیں ہوتیں آپ لاہور جائیں گے تو آپ نے بیس، تیس، چالیس، پچاس سال کی محنت سے جتنی دکان کی شکل بنائی ہے اور کوٹھی کی شکل بنائی ہے یا باغیچے کی شکل بنائی ہے یا عیش کی شکلیں بنائی ہیں وہ آپ کے ساتھ لاہور نہیں جائیں گی، کراچی نہیں جائیں گی۔ملتان نہیں جائیں گی، جو باہر کا بنا ہوا ہے وہ یہیں چھوڑ کے جاؤ گے۔کچھ پیسے لے جاؤ گے، کچھ نقدی لے جاؤ گے۔کچھ لے جاؤ گے اکثر باہر کا بنا ہوا چھوڑ جاؤ گے۔سڑکیں یہیں چھوڑ جاؤ گے پل یہیں چھوڑ جاؤ گے اور جب اس ملک سے دوسرے ملک میں جاؤ گے تو نقدی بھی چھوڑ کے جانی پڑے گی ساری نقدی بھی ساتھ نہیں لے جا سکتے۔جتنا پیسہ بنا ہوا ہے، سب یہیں چھوڑ جاؤ گے، جتنا حکومت تمہیں اجازت دے گی اُتنا لے جا سکو گے، دوسرے ملک میں سارا بنا ہوا اس کی شکل میں نہیں لے جا سکو گے۔اور پھر اس دنیا سے جب آپ آخرت کی طرف جائیں گے تو باہر کا جتنا بنا ہوا ہے وہ سو فیصد یہاں چھوڑ کے جانا پڑے گا، بدن کے کپڑے تک چھوڑ کے جانے پڑیں گے، یہ عینک تک چھوڑ کے جانی پڑے گی جس کے بغیر ہمارا گذارہ نہیں ہوتا، گھڑیاں چھوڑ کے جانی

پڑیں گی، یہ جوتے چھوڑ کے جانے پڑیں گے، تو باہر کا جتنا بنا ہوا ہے تو یہ دنیا میں کسی نے کہیں ساتھ چھوڑا، کسی نے کہیں ساتھ چھوڑا آخری چیزیں جو ساتھ چھوڑیں گی وہ اس وقت ساتھ چھوڑیں گی۔ جب یہ روح جسم سے نکل کر خدا کی طرف چلے گی۔ اس وقت جو کچھ تھا یہ دنیا کا باہر کا بنا ہوا۔ وہ سارا یہیں کا یہیں رہ جائے گا۔

لیکن میرے عزیز دوستو! جو انسان کے اندر بنتا ہے۔ انسان اسے چوبیس گھنٹے جہاں جاتا ہے۔ اپنے ساتھ لے کے جاتا ہے، پاخانوں میں جاؤ گے تو جو کچھ اندر کا بنا ہوا ہے ساتھ لے کے جاؤ گے۔ دستر خوان پر بیٹھو گے تو جو کچھ اندر کا بنا ہوا ہے ساتھ لے کے بیٹھو گے، چار پائی پر سونے کے لئے جاؤ گے۔ چار پائی پر لیٹو گے تو اندر کا جو کچھ بنا ہوا ہے ساتھ لے کے لیٹو گے۔ اگر لاہور جاؤ گے اندر کا بنا ہوا سارا لے کے جاؤ گے کراچی جاؤ گے سارا لے کے جاؤ گے۔ دنیا کے کسی ملک میں جاؤ گے، اندر کا سارا لے کے جاؤ گے جو یقین اندر میں بنا ہوا ساتھ جائے گا۔ اور جو محبت اندر میں بنی ہوئی ساتھ جائے گی جو عداوت اندر میں بنی ہوئی ساتھ جائے گی جو علم اندر میں بنا ہوا ساتھ جائیگا جو دھیان اندر میں بنا ہوا ساتھ جائے گا، جو اعتماد اور بھروسہ اندر میں بنا ہوا جائیگا تو اندر کا بنا ہوا ہر وقت ساتھ چلتا ہے اور باہر کا بنا ہوا ہر وقت ساتھ نہیں چلتا یہاں تک کہ جب دنیا سے آخرت کی طرف انسان منتقل ہوگا تو اندر کے بنے ہوئے کو سو فیصد ساتھ لے جائے گا۔ اب اگر وہ بنا جو قیمتی ہے تو یہ جہاں جاتا ہے کامیاب ہوتا ہے اور اگر اندر میں وہ بنا جو بے قیمت ہے تو جہاں جاتا ہے ناکام ہوتا ہے، وہ اخلاق بنا جس میں عزت ملتی ہے وہ یقین بنا جس میں بلندی ملتی ہے، وہ محبت بنا جس پر انعامات ملتے ہیں، وہ اعتماد بنا جس پر مدد کے دروازے کھلتے ہیں، وہ علم بنا جس علم پر خدا چمکاتا ہے، وہ دھیان بنا جس دھیان پر خدا کامیاب کرتا ہے تو اگر اندر میں وہ بنا جسکے بننے کے لئے خدا نے دنیا میں بھیجا۔ اور جس کے بننے کے لئے خدا نے محنت کی دولت عطا فرمائی تو محنت کر کے اندر میں اگر وہ بن گیا تو دنیا کے جس علاقے میں چاہے پھرے۔ جس ملک میں جائے اور جس سڑک پر چاہے نکل جائے اور جس سواری پہ چاہے سوار ہو جائے۔ چاہے گدھے پہ سوار ہو کے نکلے۔ چاہے موٹر پہ سوار ہو کے نکلے۔ چاہے پیدل نکلے، چاہے سواری میں نکلے، چاہے جھونپڑوں پر لیٹے، چاہے کوٹھیوں میں لیٹے۔

چاہے جتنی روٹی کھاتا ہوا نکلے، لاکھوں کے کھانے کھاتا ہوا نکلے۔ اندر کا بنا ہوا اگر وہ ہے جس پہ خدا کامیاب کیا کرتے ہیں اور جو قیمتی ہے تو پھر جس لائن کو نکلو گے جس شکل سے گزرو گے کامیاب ہو جاؤ گے اور اگر خدانخواستہ وہ بن گیا، جو بے قیمت ہے وہ یقین بنا جس پہ خدا پکڑ کرتے ہیں وہ محبت بنا جس پر خدا مصیبتیں ڈالتے ہیں اور وہ اعتماد بنا جس پہ خدا زندگی بگاڑتے ہیں۔ اور وہ علم بنا جس کو خدا جہل قرار دیتے ہیں وہ دھیان بنا جس کو اللہ غفلت کہتے ہیں۔ تو اگر اندر میں وہ بنا جس کے بننے پر خدا ناکام کیا کرتے ہیں تو دنیا میں انسان جہاں کو بھی نکلے گا، چاہے سواریوں پر نکلے، چاہے کاروں میں نکلے، چاہے ہوائی جہازوں میں نکلے، ذلیل ہوگا۔ خوفزدہ ہوگا، غیر مطمئن ہوگا، پریشان حال ہوگا۔ دنیا میں چاہے جن شکلوں میں کوئی نکلے، کامیابی نصیب نہیں ہوگی شکلیں بنی ہوئی مل جائیں گی۔ لیکن عزت نہیں ملے گی اور جب مرے گا تو اندر کا بنا خدا ہر ایک کو دکھائیں گے، کہ تیرے میں کیا بنا وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ" اندر کا بنا ہوا دکھا دیں گے۔" صاحبزادے! یہ یقین بنا کے لائے ہو۔ یہ تو دوزخ والا یقین ہے جنت میں نہیں لے جاتا، یہ محبت تو دوزخ میں لے جاتی ہے یہ تو دنیا کی محبت ہے یہ تو دوزخ میں لے جاتی ہے۔ یہ نہیں لے جاتی جنت میں۔ کہاں ہے وہ اللہ کی محبت وہ کون سے کونے میں رکھی ہے؟ لا ڈلا کر دکھاؤ۔ لاؤ وہ رسول اللہ ﷺ کی محبت نکال کر دکھاؤ۔ وہ محبت جس پر آدمی جان و مال، ماں باپ اولاد تک قربان کر دے۔ کہاں ہے وہ محبت؟ یہ دل میں دکھاؤ کہ محبت کی جگہ دل ہے۔ زبان محبت کی جگہ نہیں۔ زبان محبت کی جگہ ہے ہی نہیں۔ یہ جو زبان پر ہے۔ اس کو رسول اللہ ﷺ کی محبت کا اظہار کہتے ہیں۔ اور اظہار کی جگہ زبان ہے۔ محبت کی جگہ زبان نہیں اظہار کی جگہ زبان ہے۔ ایمان کی جگہ زبان نہیں ہے۔ زبان اظہار کی جگہ ہے۔ ایمان کو ظاہر کرتی ہے یہ زبان ایمان کی جگہ نہیں ہے۔ ایمان کی جگہ تو دل ہے۔ محبت کی جگہ تو دل ہے۔ اعتماد کی جگہ تو دل ہے۔ زبان خائن رہتی ہے اور ایسی منافق ہے یہ زبان کہ جو دل میں ہوا سے بھی بول پڑے اور اس کے خلاف بھی بول پڑے۔ کوئی آدمی آیا، اب آپ کو بہت غصہ آیا، کہ بے موقع آگیا۔ روٹی کھا کے سوتے ہیں تو بیگم کو بلا رکھا ہے۔ اس وقت اور بے موقع آکے بیٹھ گیا اور خوب طبیعت میں ناگواری ہے۔ اور زبان سے کیا کہہ رہے

ہیں۔ آپ کے آنے سے بڑی مسرت ہوئی، تو زبان نے وہ نہیں بولا جو دل میں ہے۔ اس کے خلاف بولا۔ تو زبان وہ بھی بولتی ہے جو دل میں ہے اور زبان وہ بھی بولتی ہے جو دل میں نہیں ہے۔ انسان زبان سے دھوکا کھا جاتا ہے۔ کل کو قیامت میں زبان سے وہی نکلے گا جو دل میں ہے اور زبان وہ بھی بولتی ہے جو دل میں نہیں ہوگا۔ وہ زبان پر نہیں آئے گا۔

اسی واسطے لکھا ہے علمائے محققین اور مفسرین حضرات نے کہ یہاں دنیا میں کوئی کتنا ہی قرآن حفظ کرلے اور سارا پڑھ لے۔ اور ایسا یاد ہو کہ بے جھجکے بے اٹکے سارا قرآن پڑھ جاوے۔ لیکن کل کو قیامت میں جب قرآن پڑھنے کا وقت آئے گا کہ پڑھ اور جنت کے درجوں پر چڑھ، چڑھتا چلا جا پڑھتا چلا جا، تو اس طرح فرمایا کہ جتنا قرآن پر عمل ہوگا، زبان پر اتنا ہی آئے گا۔ عمل میں نہیں ہوگا تو قرآن پڑھا نہیں جائے گا۔ دنیا والی بات نہیں ہے۔ عمل کچھ اور قرآن پڑھ رہے ہیں۔ دل میں کچھ اور زبان پر بول رہے ہیں وہاں تو جو عمل ہوگا۔ وہ زبان بولے گی جو یقین ہوگا وہ زبان بولیگی

اس لئے میرے عزیز وا ور دوستو! اللہ رب العزت نے محنت کی دولت عطا فرمائی اور مسجد کے اندر آواز لگوائی کہ دیکھو اپنے اپنے نقشوں سے نکل کر آؤ، وقت تمہارے پاس موجود ہے آنکھ بند ہو جائے گی تو وقت جاتا رہے گا۔ محنت کرنے کا اس وقت اگر محنت کرلی تو تم اندر کی بنیادوں کو ٹھیک کرلوگے۔ اب اگر تم نے وقت پر محنت خرچ کی تو موت کے وقت یہ حرکت ختم ہو جائے گی۔ مرنے کے بعد یہ ختم ہو جائے گی قرآن میں ہے وہ یوں کہیں گے کہ اللہ ہم نے دیکھ لیا۔ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ○ ترجمہ: "اے رب دیکھ لیا سن لیا سب ہماری سمجھ میں آگیا، اب آپ دنیا میں واپس بھیجئے ہم اچھے عمل کر کے آئیں گے۔"

تو گویا آخرت عمل کرنے کی جگہ نہیں، عمل کی جگہ نہیں ہے آخرت جیسے یہ ماں کا پیٹ یہ کمائی کی جگہ نہیں، کمانے کی جگہ دنیا ہے۔ ماں کا پیٹ ہے ہی نہیں کمانے کی، کھانے کی، حلوؤں کی جگہ اور گلاب جامن کی جگہ اور چائے پینے کی جگہ، وہ ہے نہیں ہی۔ تو عمل محنت کا میدان یہ دنیا ہے اب اگر آدمی مر جائے گا تو آخرت میں عمل کا میدان نہیں رہے گا۔ محنت کا میدان ختم ہو جائے گا۔ آج جیسے بنیں گے ویسا درجہ قائم ہو جائے گا۔

خراب بن گئے تو دوزخ، اچھے بن گئے تو جنت۔ جس شکل کے اچھے بنے اس شکل کی جنت ملے گی۔ اب اس کے لئے مسجدیں بنیں اور آواز لگائی گئی کہ دیکھو یہ چیزیں تم نے اپنے میں پیدا کرنی ہیں۔ اگر تم اپنے کو قیمتی بنانا چاہتے ہو اگر کامیاب بنانا چاہتے ہو۔ تو تمہیں اپنے اندر یہ چیزیں اتارنی ہیں۔ دل میں اتار و زبان سے جو بولو۔ اس کے خلاف مت کرو۔ اپنی اپنی زبانوں سے دھوکے مت کھاؤ۔ تمہارے دل میں ان چیزوں کو دیکھا جائے گا کہ تم میں یہ ہیں یا نہیں، سب سے پہلی بات! اللہ اکبر! زمین، آسمان ہوا، پانی، آگ پہاڑ جتنی چھوٹی بڑی شکلیں ہیں۔ ان سب سے اللہ بہت بڑے ہیں۔ وہ ہوا جس کو خدا اگر مشرق سے مغرب تک ایک دن کے لئے تیز چلا دیں، یا آدھے دن کے لئے تو موسیٰ و عیسیٰ کے ہاتھوں جتنی ایجادات ہیں اور ان کے پیچھے چلنے والے جتنی شکلیں لئے بیٹھے ہیں۔ وہ روئے زمین سے آدھے دن میں صاف ہو جائیں اگر عاد جیسی ہوا چلا دیں سب فنا ہو جائیں۔ اللہ اس ہوا سے بہت بڑا ہے۔ تمہارے ہاتھوں کی شکلیں تو ہوا کے سامنے کچھ نہیں اور ہوا اللہ کے سامنے کچھ نہیں۔ یہ آگ اگر مشرق سے مغرب تک لگا دی جائے۔ جتنی اس میں شکلیں بنی ہوئی ہیں ایک دن کی تاب نہ لا سکیں۔ اور یہ ساری راکھ ہو جائیں جل کر اور ساری خاک ہو جائیں۔ اگر مشرق سے مغرب تک پوری دنیا میں آگ لگا دے خدا، تمہارے ہاتھوں کا بنا ہوا اس آگ کے سامنے کچھ نہیں۔ جو خدا کی کائنات کے خزانوں میں آگ ہے یہ ساری آگ اس آگ کے سامنے کچھ نہیں اللہ بہت بڑا ہے۔ یہ پوری زمین اگر اسے ہلا دیا جائے۔ اور جامنوں کی طرح جس طرح جامنوں کو نرم کرنے کے لئے برتن کو ہلاتے ہیں اگر خدا چند منٹوں کے لئے اسے ہلا دیں تو تمہارے ہاتھوں سے جو کچھ بنا ہوا ہے وہ سارا زمین کے اندر مل کر ختم ہو جائے گا۔ یہ زمین اور تمہارے ہاتھوں سے جو کچھ اس پر بنا ہے۔ اللہ کے سامنے کچھ بھی نہیں، اللہ بہت بڑا ہے اگر یہ سارا کائناتی خزانوں میں جس قدر پانی ہے۔ اس کو پوری دنیا میں بھر دیا جائے۔ طوفانِ نوح کی طرح تو یہ انسانوں کے ہاتھوں کا جس قدر بنا ہوا ہے ایک دن کی تاب نہیں لا سکتا، سارا ٹوٹ کے ختم ہو جائے گا۔ تمہارے ہاتھوں کا بنا ہوا پانی کے سامنے کچھ نہیں اور پانی خدا کے سامنے کچھ نہیں اللہ اکبر۔ اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑے ہیں، اللہ کی بڑائی کی تحقیق کرو، قرآن سے اللہ کی بڑائی کی تحقیق کر، حدیثوں سے اللہ جیسے

بڑے ہیں۔ ویسی بڑائی دل میں اتار و یقین ایسا پیدا کرو جتنے وہ بڑے ہیں۔ جیسا وہ پیدا کرنے میں بڑے ہیں، جیسا وہ دینے میں بڑے ہیں، جیسا وہ پالنے میں بڑے ہیں۔ جیسا وہ حفاظت کرنے میں بڑے ہیں، جیسا وہ پکڑنے میں بڑے ہیں، جیسا وہ ذلیل کرنے میں بڑے ہیں، جیسا وہ بڑے ہیں۔ ان کی بڑائی کو تم خالی اللہ اکبر کہہ کر نہیں جانو گے۔ تم ان کی بڑائی کا قرآن سنو، بیٹھ کر ان کی بڑائی کی حدیثیں سنو بیٹھ کر۔ دو کی بڑائی دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔ خداوند قدوس اپنی بڑائی کو اس وقت تک نہیں مانیں گے۔ جب تک کہ ان کے دل سے بڑائی نکل کر باہر نہیں آجاتی۔ خدائی کی بڑائی کو بول بول کر سن سن کر اپنے دلوں میں اتار لو۔ اور ملک و مال اور زمین و آسمان اور راکٹ و ایٹمیات اور دنیا بھر کے کارخانے اور ریلیں اور دنیا بھر کا سونا اور چاندی اور دنیا بھر کا لوہا اور پیتل ان سب کی بڑائی دل سے نکال دو مرنے سے پہلے پہلے، اور مرنے سے پہلے پہلے دل میں خدا کی بڑائی اتار لو۔ اگر غیروں کی بڑائی کو لے کر مرے تو روسیاہ اٹھو گے اور وہ پٹائی ہوگی کہ الامان الحفیظ۔ ان کی بڑائی کو دل میں یوں جماؤ کہ جتنا کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ یہ کچھ نہیں ہے۔ اللہ معبود ہے، اللہ مقصود ہے، اللہ مطلوب ہے، اللہ عزت دینے والے ہیں، اللہ غیروں کے بغیر جو جی میں آئے اپنی قدرت سے کر دیں اور غیروں سے خدا کے بغیر کچھ نہیں ہوگا۔ غیروں سے نہ ہونے کو دل میں اتار لو۔ زمین سے آسمان، مغرب تا مشرق اپنی محنت کا یقین نکال کر کہ ہماری محنت سے کچھ نہیں ہوگا، خدا کے بغیر، خدا سے تمہاری محنت کے بغیر سب کچھ ہوتا ہے۔ دنیا کی چیزوں سے کچھ نہیں ہوتا خدا کے بغیر۔ اور خدا سے دنیا کی چیزوں کے بغیر سب کچھ ہوتا ہے۔ اللہ کو کسی اور کی ضرورت نہیں وہ جو کچھ کرتا ہے اپنی قدرت کے ساتھ کرتا ہے۔ اور جتنی اس میں شکلیں ہم نے بنا رکھی ہیں وہ ساری شکلیں خدا کی محتاج ہیں اس یقین کو دل میں بٹھا لو۔

اب ان دو اعتبار سے سارے انسان اندھے، جتنے انسان دنیا میں ہیں۔ خواہ وہ حاکم ہوں یا محکوم، مالدار ہوں یا غریب ہوں۔ مولانا صاحب ہوں جو بھی ہوں ان دو باتوں کے اعتبار سے اندھے ہیں، ایک انہیں خدا کی ذات ان کی بڑائی اپنے آپ نظر نہیں آتی۔ ایک انہیں غیر سے نہ ہونا اور خدا سے ہونا دکھائی نہیں دیتا۔

انسان خدا کی ذات کے اعتبار سے اندھا ہے۔ بڑائی کے اعتبار سے بھی اندھا اور خدا کی ذات کے ہونے کو دیکھنے کے اعتبار سے بھی اندھا، وہ بینا ہے، زمینوں کو دیکھنے کے اعتبار سے پہاڑوں کے اعتبار سے، لوہے پیتل کے اعتبار سے یہ بینا ہے مخلوقات کے اعتبار سے یہ نابینا ہے، خالق کے اعتبار سے۔ ذاتِ باری تعالیٰ کے اعتبار سے نابینا ہے یہ،

اب اگر اللہ کی بڑائی دل میں اتارنی ہے اور اللہ سے اپنی زندگیوں کو بنوانا ہے تو ہمیں جب اللہ دکھائی نہیں دیتے تو اللہ کے اعتبار سے ہم استعمال خود کیسے ہوسکتے ہیں۔ جو چیز دکھائی دیتی ہے، اس کے اعتبار سے ہم استعمال خود ہو جائیں گے، جو دکھائی دے گا وہ اپنے لئے طریقۂ استعمال خود تجویز کرے گا جو چیز دکھائی دے گی وہ طریقۂ استعمال خود تجویز کرے گی۔ خود مال دکھائی دے رہا ہے۔ طریقۂ استعمال آپ تجویز کرلیں گے لیکن وہ خدا جو سب سے بڑا ہے اور اس کے علاوہ سب چھوٹے ہیں۔ اسی سے سب کچھ ہوتا ہے۔ اس کے غیر سے کچھ ہوتا ہی نہیں اب وہ آپ کو دکھائی نہیں دے رہا۔ تو صاحب بتائیے! آپ اس کے اعتبار سے اس کی عظمت کے اعتبار سے اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کے اعتبار سے آپ کیا طریقۂ استعمال تجویز کرتے ہیں؟

اب کیا کرنا ہوگا؟ اندھے کے چلنے کی ترکیب یہ ہے کہ بینا کی آواز پر حرکت کرنیوالا بن جائے۔ یہ ہے اندھے کی کامیابی کا راز۔ اگر اندھا اندھے پن سے چل دے یا موٹر سے ٹکر کھا کر مرے گا یا کھمبے سے سر پھوٹے گا، یا سانپ کو ہاتھ لگا دے گا، وہ کاٹے گا یا بھو کا مرے گا یا پیاسا مرے گا۔ یا تریاق کی جگہ زہر کھا جائے گا مر جائے گا ٹٹولتا پھرے گا۔ چیزیں کھانے کو ہیں۔ لیکن اِدھر اُدھر سے گزر جائے گا۔ ہاتھ لگا کر تو نابینا اپنی زندگی کے مسئلوں کا حل اپنی حالتوں کا حل نابینا اپنے اندھے پن سے نہیں کرسکتا، اسے بینا کی ضرورت ہے۔ تو آواز لگائی جارہی ہے کہ ساری دنیا کے انسان نابینا ہیں۔ اور وہ جو بینا ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خدا نے انھیں آسمانوں پر بلایا خدا نے اپنی ذات کو انہیں دکھایا۔ خدا نے اپنی جنت دوزخ انہیں دکھلائی۔ خدا نے اچھے بُرے عملوں کا نفع نقصان انھیں دکھلایا۔ خدا نے سود پر زندگی کس طرح بگڑتی ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھ سے دکھایا...... بلی کو بھوکا مارنے سے اور اسے باندھ کر رکھنے سے زندگی کس طرح بگڑتی ہے آنکھ سے دکھلایا تو اللہ رب العزت نے محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کو بینا بنایا ہے۔ خدا کی ذات کو دیکھا خدا کی جنت دوزخ کو دیکھا۔ خدا کے بنائے ہوئے اچھے بُرے نقشوں کو اپنی آنکھ سے دیکھا، ان وجوہات کے اعتبار سے سارے انسان اندھے ہیں۔ اب یہ آواز لگائی جارہی ہے کہ اگر زندگی بنانی ہے کامیاب اور اندر بنیادیں کامیابی کی بنانی ہیں تو دو تین چیزیں محنت کر کے بناؤ۔ خدا کی بڑائی کو دل میں اُتارلو۔ خدا سے ہونا غیر سے نہ ہونا دل میں اُتارلو۔ غیر کا چھوٹا ہونا اور خدا کا بڑا ہونا دل میں اُتارلو اور سب کا اندھا ہونا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بینا ہونا دل میں اُتارلو اور اس کے بعد سب مشق کر د اس بات کی کہ بینا کی آواز پر استعمال ہونا آجاوے پہلے طریقہ استعمال سیکھو۔ تجارت بعد میں کیجیو۔ پہلے بینا کی آواز پہ تجارت میں استعمال ہونا سیکھو۔ گھر کی زندگی بعد میں بنائیو پہلے بینا کی آواز پر گھر کی زندگی میں استعمال ہونا سیکھو۔ پیسے خرچ بعد میں کیجیو، مکان بعد میں بنائیو، سارے کام بعد میں کیجیو پہلے تو بینا کی آواز پر حرکت کرنا سیکھو ان کی آواز پر کھڑا ہونا ان کی آواز پر بیٹھنا۔ ان کی آواز پر بولنا ان کی آواز پر سننا۔ ان کی آواز پہ دیکھنا، جس طرح وہ کہے اس طرح جھک جاؤ۔ جو بولنے کو کہے بولو۔ جہاں دیکھنے کو کہے دیکھو۔ کھڑے ہونے میں جہاں دیکھنے کو کہا وہاں دیکھو۔ بیٹھنے میں جہاں دیکھنے کو کہا، وہاں دیکھو یہاں تک کہ یہ دل میں یقین پیدا کرلو کہ میں تو اندھا ہوں۔ مجھے تو اپنی کامیابی کا راستہ دکھائی نہیں دیتا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے بینا بنایا ہے وہ جس طرح کہہ گئے اس طرح اٹھنے بیٹھنے میں اس طرح چلنے پھرنے میں اس طرح دیکھنے سننے میں اس طرح لینے دینے میں اس طرح پکڑنے چھوڑنے میں میری کامیابی ہے اور یہ جو ملک و مال میں مجھے کامیابیاں دکھائی دے رہی ہیں یہ میرا اندھاپن ہے، مجھے غلط دکھائی دے رہا ہے۔ ایک آدمی کمزور نگاہ کا باہر سے آرہا، وہ یوں کہے، میاں یہ مسجد ہل رہی ہے کیا؟ دوسرے کہیں یہ مسجد نہیں ہل رہی آپ ہل رہے ہیں، کیوں بھئی! یہ ایک کے دو کیسے نظر آرہے ہیں، ایک مینار کے دو مینار کیسے ہوگئے آج؟ لوگ کہیں دوسرا مینار نہیں بنوایا۔ آپ کی آنکھ میں خرابی ہے آپ میں اندھاپن آگیا۔ اب یہ مسجد اس لئے بنی کہ اس کے حساب میں وقت نکالا جاوے۔ خالی اللہ اکبر چاہے تم ساری عمر کہو۔ اللہ کی بڑائی دل میں تب بیٹھے گی، جب اس کا قرآن سنو گے۔ سب سے پہلا قرآن اللہ اکبر کا آیا ہے، سب سے پہلا قرآن اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کا آیا ہے۔ سب سے پہلا قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کا آیا ہے۔ سب سے پہلا قرآن ان باتوں کا

قرآن پہلے آیا ہے۔ پہلے محنت کر کر کے قرآن سن سن کر حدیثیں سن سن کر اللہ کی بڑائی کو جان جاؤ۔ ایک بڑائی وہ ہے، جس کو جانتے ہو، سب سے بڑا بیٹا، سب سے بڑا پتھر، سب سے بڑی کوٹھی۔ اس قسم کے اکبر بہت بولے جائیں دنیا میں اور اکبر کو دیکھ کے بول رہے ہو۔ دیکھ جان کے سمجھ کے بول رہے ہو۔ اور ایک اکبر کو بغیر دیکھے بغیر جانے بغیر سمجھے بول رہے ہو جیسے بہت بڑا ڈاکٹر جس طرح کہے اس طرح کرلو۔ بہت بڑا ڈاکٹر اس نے کہا کہ دیکھو فلانی چیز مت کھائیو۔ فلانی مت کھائیو، اور یہ کھائیو۔ یہ کھائیو، وہ مت بیچو، یہ بیچو اب سب کیونکہ بہت بڑے ڈاکٹر صاحب ہیں، انھوں نے یہ پرہیز تبلایا ہے اس کے کہنے پر چل رہے ہیں اور اللہ کو بھی بہت بڑا کہہ رہا ہے۔ رات دن انھوں نے کہا کہ سود مت کھائیو نہیں تو مصیبت میں آجاؤ گے، جھوٹ بول کے مت کھائیو، رشوت سے مت کھائیو۔ کسی کا دبا کے مت کھائیو۔ وہ بھی اس کو بھی کہتے ہیں۔ اکبر، اور وہ بھی کہتا ہے کہ یہ کھالو گے تو نقصان ہوگا۔ یہ کھالو گے تو فائدہ ہوگا۔ لیکن مجال ہے کہ اس کے منع کیے ہوئے کو چھوڑ دیں اور اس کے تبلائے ہوئے کو پکڑ لیں، ہے کوئی دنیا میں، آج ہے کوئی مسلمان ایسا کرنے والا۔ بہت بڑا ڈاکٹر جانتا ہے، بہت بڑا وزیر جانتا ہے، بہت بڑا سائنسدان جانتا ہے، بہت بڑی بندوق جانتا ہے۔ یہ ہر ایک کی جنس کی بہت بڑے کو جانتا ہے لیکن خدا کو جو بہت بڑا کہتا ہے۔ اس کو بیوقوف جانتا ہی نہیں۔ اس لیے کہ اس نے اس کی بڑائی کو دل میں اتارنے کے لیے کوئی محنت کی ہی نہیں۔ ان کی بڑائی پر محنت کی ہے، ان کے پاس گیا ہے ان کے پاس اٹھا بیٹھا ہے، اُن کی لائن کی کتابیں پڑھی ہیں، اُن کی لائن کی چیزوں کو معلوم کیا ہے، لیکن اللہ کی لائن کی چیزوں پر کتنی محنت کی، یقین بنانے میں کتنے ہاتھ پیر مارے، ان کی بڑائی کو دل میں اتارنے میں خدا کی معلومات کو معلوم کرنے میں کتنا وقت صرف کیا کتنا اس کو زندگی میں بولا، کتنا اس کی بڑائی کو سمجھا، غیروں کی تردید اپنی زندگی میں کتنی کی، نبیوں کی زندگی اس طرح گزری کہ غیروں کی بڑائی کی تردید کرتے ہیں، ان کی تو زندگیاں گزری ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بھی اسی میں گزر گئی، لیکن یہاں اس چھوٹی زبان سے ایک لفظ تردید میں ان چیزوں کے لیے نہیں نکلتا کہ ان سے کچھ نہیں ہوتا، خدا سے سب کچھ ہوتا ہے یہ کچھ بھی نہیں اللہ سب کچھ ہیں تو ہماری زبانیں گونگی ہیں، اللہ اکبر کے اعتبار سے بولنے سے ہماری

زبانیں گونگی ہیں لاالٰہ الا اللہ کے اعتبار سے بولنے سے ہمارے کان بہرے ہیں اللہ اکبر کے اعتبار سے سننے سے اس لئے اندھے جو ہیں پورے بن چکے ہیں۔ یہ مسجد اس لئے بنی تھی، اس مسجد کی ترتیب قائم کرو، یہ ساری چیزیں دل میں اتریں گی، جان کی محنت سے، اس لئے اس بات کی دعوت دی گئی۔ یہ دعوت جو میں کہہ رہا ہوں، خدا کی بڑائی کی دعوت، اللہ سے ہونے غیر سے نہ ہونے کی دعوت۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بات پر ہونے کی دعوت کہ جو انھوں نے فرمایا اگر اس کو توڑیں گے تو ناکامی ہوگی، اگر اس کو کریں گے تو کامیابی ہوگی، اور اس کی دعوت دی جائے گی، کہ ملک و مال کے نقشے سے کچھ نہیں ہوگا، یہ سب دھوکہ ہے اور جب مرو گے تو دھوکہ کھل جائے گا۔ اس سے کچھ ہوتا ہی نہیں۔ ایک زلزلہ آتا ہے، کسی علاقے میں، دھوکا کھل جاتا ہے، ساری چیزیں ٹوٹ کے گر پڑتی ہیں، کسی علاقے میں سیلاب آتا ہے۔ دھوکہ کھل جاتا ہے ساری چیزیں ٹوٹ کے گر پڑتی ہیں یہ تو تمہارا دھوکا ہے کہ ان چیزوں کے اندر کامیابی ہے کامیابی اس میں نہیں ہے کامیابی اس میں ہے۔

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ہی کے طریقے پر نماز پڑھنا سیکھ لے اور کامیابی لے لے۔ بس اس میں ہے کامیابی، کسی کوٹھی میں نہیں، کسی مکان میں نہیں، کسی کارخانے میں نہیں کان کھول کر سن لے بعد میں جب آنکھ کھلے گی تو پچھتا دے گا۔ مرنے سے پہلے پہلے اس بات کو دل میں اتار لے کہ حضورؐ کے طریقے میں استعمال ہونے میں کامیابی ہے اور ملک و مال کے جتھے دل میں کوئی کامیابی نہیں، اس کو اپنے پہ کھول لے، مرنے سے پہلے پہلے تیرے دل پہ کھل جائے، کیونکہ تیرے مرتے ہی قبر میں جب جائے گا تو پہلا سوال یہ ہوگا کہ بتا تیرا پالنے والا کون ہے؟ اگر اس پر محنت کی تھی کہ دکان سے پلتا ہوں اپنی محنت سے پلتا ہوں، پیسے سے پلتا ہوں، تو قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرا رب خدا ہے جو دل میں نہیں تو زبان پر کیسے آئے، چاہے تو کروڑ مرتبہ روز پڑھ لیا کر۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اور دکان پر یقین جما ہے تو یہ یقین معتبر نہیں ہے جس کو پالنے والا سمجھا کرتا ہے، اس کے خلاف کوئی نہیں کرتا، کوئی کرتا ہی نہیں اس کے خلاف ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اس کو زبان سے کہا، جس کی ہمیں معلومات حاصل نہیں ہیں تو پہلا سوال ہوگا۔ تیرا رب کون ہے؟ دکان جاتی رہے گی کھیتی جاتی رہے گی،

ملک کا نقشہ ہاتھ سے لے لیا جائیگا تو اگر اللہ اکبر تیرے دل میں بیٹھا ہوا نہیں ہے اور یہی ہے کہ میری محنت سے نقشے بنتے ہیں اور نقشوں سے میری زندگی بنتی ہے تو خدا کی قسم ایسا آدمی قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ میرے رب ہیں۔

دوسرا سوال ہوگا، تیرا دین کیا ہے ؟ پلنے کے لئے کیا کیا؟ آخر پلنے کے لئے کیا کیا۔ کوٹھیاں بنوائیں نقشے بنائے آخر کیا کیا پلنے کے لئے کیا کیا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر یہ سب کچھ کیا تو چلو کہے گا۔ کہ پلنے کے لئے اسلام پہ چلا ہوں۔ اور اگر یہاں نقشوں ہی ہیں پلنا دکھائی دیتا رہا تو کوئی آدمی قبر میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے پلنے کا طریقہ اسلام ہے پھر یہ پوچھیں گے کہ اس آدمی کو کیا کہتا ہے ؟ جس نے کمانے میں یہ نہ کہا کہ جس طرح حضورؐ نے فرمایا اس طرح کماؤں گا اور شادی کرنے میں یہ نہ کہا جس طرح حضورؐ نے شادی کو بتلایا اُس طرح کروں گا، زندگی میں کہیں سرمایہ داروں کو بولتا، کہیں حاکموں کو بولتا تھا، کہیں یورپ کو بولتا تھا، کہیں ایشیا کو بولتا تھا، کہیں نصاریٰ کو بولتا تھا، کہیں یہود کو بولتا تھا، مکان ایسا بنائیں گے، کپڑے ایسے بنائیں گے۔ فلانی چیز ایسے بنائیں گے حضورؐ کا نام زندگی کے کسی مرحلے میں آیا ہی نہیں، شادی کی تو غیروں کے نام پر غیروں کے طریقے کیا ہیں، مکان بنایا تو غیروں کے نام پر فلانی جیسی کوٹھی بنائیں گے۔ فلانی جیسی موٹر خریدیں گے، کہیں پھوٹی زبان سے زندگی کے شعبوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ آیا۔ وہ کہیں گے کیا کہتا ہے اس آدمی کو ؟ وہ کہے گا میں نہیں جانتا کس کو پوچھتے ہو ؟ بھئی میرے تو بہت سے ہیں۔ کوئی کوٹھی میں میرا مقتدا ہے۔ کوئی لباس میں میرا مقتدا ہے کوئی غذاؤں میں میرا مقتدا ہے۔ کوئی کامیابی میں میرا مقتدا ہے، میں تو ہزاروں کے پیچھے چلا ہوں، ایک ہو تو بتاؤں، تم بتاؤ تم کون سے کو پوچھ رہے ہو؟ میں تو سمجھا نہیں۔ ایک آواز آدے گی جھوٹا ہے کم بخت! اس کے لئے آگ کے بستر بچھا دو اور دوزخ کی کھڑکی کھول دو۔ اور آگ کے کپڑے پہنا دو۔ بس یہی تین سوال ہیں میرے عزیزو!

ان تین چیزوں کے لئے ان تین پر محنت کرنی پڑتی ہے۔ وہ یہ ہیں، خدا پالنے والا ہے۔ حضورؐ کے طریقے پر محنت کرنے سے خدا پالتا ہے حضورؐ کا طریقہ یہ زبان پر چڑھ جائے، اور خدا پالنے والا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر محنت کر کے ہاتھ اٹھائینگے

خدا پالے گا، بس پہلے نماز پر محنت کرلو، حضورؐ کے طریقے پر نماز پڑھنی سیکھ جاؤ، اسکی دعوت دو، اسکے علم کے حلقوں میں، فضائل کے مذاکروں میں، مسائل کے سیکھنے سکھانے میں دعاؤں میں، قرآن میں، ذکر میں، تلاوت میں اور نمازوں میں۔ یہی ہمارا گھر میں محنت کا میدان ہے، یہی ہمارا بازار کا نعرہ ہے، یہی ہمارا کوٹھیوں کا نعرہ ہے، یہی ہمارا حاکموں کے پاس جانے کا نعرہ ہے۔ کامیابی کے لئے نماز ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز بناؤ تو خدا کامیابی کے دروازے کھولے گا۔ پانچ باتوں پر نماز لے آؤ، نماز مقبول ہو جائے گی، دروازے کھل جائیں گے۔ کلمے والے یقین پر کماؤ کلمے نماز کے فضائل والا شوق مسائل والے طریقے، اخلاص والی نیت ہوجائے گی، اللہ والا دھیان ان پانچ چیزوں پر نماز آئے گی، نماز مقبول ہوجائے گی، انہی پانچ پر کمائی آئے گی تو کمائی حضورؐ والے طریقے پر آجائے گی۔ کلمے والے یقین پر کماؤ۔ تمہاری شکلوں سے پیسہ نہیں ملتا، خدا کے دینے سے ملتا ہے۔ حضورؐ کے طریقے پر آجا دے گی۔ کلمے والے یقین پر کماؤ تمہاری شکلوں سے نہیں پیسہ ملتا۔ خدا کے دینے سے ملتا ہے۔ حضورؐ کے طریقے پر کماؤ گے خدا تمہیں بہت کچھ دے گا، دنیا میں بہت دے گا۔ آخرت میں فضائل کے شوق پر مسائل کے طریقوں پر، اللہ کے دھیان پر اور اخلاص والی نیت پر جب کمائی آئے گی ان پر، تو تمہاری یہ کمائیاں تمہیں جنت میں پہنچائیں گی، گھر کی زندگی ان پانچ پر آئے گی تو گھر کی زندگی تمہیں جنت میں پہونچائے گی۔ اگر تمہاری معاشرت اور آپس کے میل جول ان پانچ پر آئیں گے تو تمہیں جنت میں پہونچائیں گے، یہ پانچ چیزیں اپنے میں پیدا کرنا، اور ان کے لئے وقت نکالنا اور اس کی محنت کا میدان قائم کرنا، اس کی دعوت دینا، اس کا ماحول بنانا، اس کے لئے پھرنا اور پھرانا، اس کے لئے مسجدوں میں اکٹھا کرنا اور ہونا بس ایک چیز ہے کہ جو اپنا حصہ اس محنت میں ڈالے گا، اللہ کی ذات سے توقع ہے کہ خدا کی بڑائی اس کے بولنے میں آئے گی، سننے میں آئے گی، تعلیم کے حلقے چل جائیںگے کلمے نماز کے فضائل کھل جائیں گے۔ کلمے نماز کی ترتیب حضورؐ نے اپنے زمانے میں مسجد میں جو چلائی تھی۔ اگر ہم اپنی مسجدوں میں بیٹھ کر ان چیزوں کو چلانے لگیں گے اور نماز کے باہر جس قدر ہمارے شعبے ہیں وہ بھی حضورؐ کے طریقے پر آئیں گے۔ حضورؐ کے طریقے پر آگئے تو حکومت کر کے بھی جنت میں جائیں گے۔ اگر حضورؐ کے طریقے پر نہ آئے تو حکومت

میں بھی دوزخ میں جائیں گے اگر آپ حضورؐ کے طریقے پر چل پڑے تو مالداری میں بھی جنت میں جائیں گے۔ اگر حضورؐ کے طریقے پر نہ چلے تو فقیری میں بھی دوزخ میں جائیں گے۔ اصل میں کامیابی کی جو گارنٹی ہے وہ تو حضورؐ کے طریقوں میں ہے مسجد میں ماحول بنالو حضورؐ کے طریقوں کے سیکھنے سکھانے کا اور اس کے اندر کامیابی کے یقین بنانے کا مسجد میں ماحول پھر اپنے اپنے شعبوں کو آہستہ آہستہ اس یقین پر لاؤ جتنا اللہ شرح صدر نصیب فرماتے رہیں اور جتنا نماز اور دعاؤں کے ساتھ یقین بڑھتا رہے اتنا ہی اپنے باہر کے شعبوں کو بھی حضورؐ کے طریقے پر لاتے رہو۔ ایک دم سارے طریقے نہیں بدلا کرتے ہاں البتہ محنت ایک دم شروع ہو جایا کرتی ہے۔ آدمی محنت ایک دم شروع کر دیتا ہے، کھیتی کی محنت ایک دم شروع کر دیتا ہے۔ لیکن کھیتی ہوتے ہوتے ہوتی ہے، کوٹھی بنتے بنتے بنتی ہے۔ بس محنت شروع کر دی جائے۔ اسی لئے تبلیغ میں تھوڑی سی تربیت اپنی محنت کی کرنی ہے۔ کلمے نماز کا مسجد میں ماحول بنانے کی محنت، ایک دفعہ ہمت کر کے تین چلے دے دو۔ سال کا چلہ دیتے رہو، مہینے میں تین دن کے لئے نکلتے رہو، ہفتے کی دو گشتیں کرتے رہو۔ اپنی مسجد میں تعلیم، تسبیح اور نفلوں کا اور ایمان کی دعوت کا ایک ماحول بنالو، بس اگر اتنا کر لیا سارے مسلمانوں نے مل کر تو حضورؐ کے زمانے کا دین زندہ ہو جائے گا۔ اور ایک بات خوب سمجھ لو کہ جب ایک دفعہ آنکھ بند ہو گئی تو آنکھ بند نہیں ہوگی، خواب والی بند ہو گئی۔ جاگنے والی کھل گئی، یہ جو تمہاری نظروں کے سامنے ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں، جب آنکھ کھلے گی، پھر کیا ہوگا۔ تمہارے سامنے یہ ہے اصل، آنکھ کھل جائے گی، اس وقت پچھتاوے گا۔ اگر اپنی زندگی کے شعبوں میں حضورؐ کے طریقے چل رہے ہیں تو چلو مبارک ہو اور اگر حضورؐ کے طریقے زندگی کے شعبوں میں ٹوٹے ہوئے ہیں تو کمائیاں حرام ہیں، جب اس پہ پکڑیں گے تو پھر رونا پڑے گا۔ اس وقت پتہ چلے گا اور بھائی آداب گھر کی زندگی کی طرف، اگر گھر کی زندگی میں حضورؐ کے طریقے ٹوٹے ہوئے ہیں تو اگر ایک بھی حرام کا لقمہ کھلایا۔ بیوی کو یا اولاد کو تو اس پر پکڑیں گے کہ یہ کیوں کھلایا۔ اور یہ سؤر کی طرح ہے، سؤر پکا پکا کے کھلائیں اپنے بچوں کو، اپنے بیوی بچوں کو سؤر پکا پکا کے کھلا رہے ہو۔ اور سود جو ہے، وہ سؤر سے زیادہ سخت ہے۔ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ جو بھی شریعت کے خلاف کمانا ہوگا، وہ سود کے حکم میں ہے۔ اور سود

٢

سُور سے زیادہ سخت ہے تو اگر آپ کی گھر والی زندگی سُود والے پیسے پر چل رہی ہے اور آپ کی کمائی حضورؐ کے طریقے سے ہٹکر چل رہی ہے تو میاں پھر ایک منٹ کی گنجائش نہیں تاخیر کی کہ اس سے توبہ کی جائے۔ ایک منٹ کی گنجائش نہیں تاخیر کی، پھر تو باہر نکلو یقینوں کو ٹھیک کرو۔ اور اپنی کمائی کو اپنے گھر کو حضورؐ کے طریقے پر لانا سیکھو اپنی کمائی کو حضورؐ کے طریقے پر کیسے لادیں۔ یہود کے طریقوں کو تو ہم لے آئے نصاریٰ کے طریقوں کو تو ہم لے آئے، مشرکین کے طریقوں کو تو ہم لے آئے اپنی جان و مال کے خرچ کو ان کے طریقوں پر تو لے آئے، جنھوں نے ہمیں ذبح کیا۔ ہمارے ٹکڑے کئے اور چودہ سو برس تک ہمیں پیسا ہے اور اب بھی پیس رہے ہیں۔ اُن کے طریقوں پر تو ہم اپنا سب کچھ لے آئے ہیں۔ بچے انہی کے اچھے لگتے ہیں۔ حضورؐ کے اور آپؐ کے صحابہؓ کے بچے اچھے نہیں لگتے۔ لباس نصاریٰ کا اچھا لگتا ہے۔ حضورؐ کا اور ان کے صحابہؓ کا لباس اچھا نہیں لگتا، مکان نصاریٰ کے اچھے لگتے ہیں، مکان حضورؐ اور صحابہؓ کے اچھے نہیں لگتے تو زندگیوں کو یہود اور نصاریٰ تک تو پہنچا دیا ہم نے! اب اس تشکیل کو سیکھو کہ کس طرح یہود اور نصاریٰ کے طریقوں سے ہٹکر حضورؐ اور ان کے صحابہؓ کے طریقوں پر آجاویں۔ اب تو حالت یہ ہے کہ بیوی بچے مکان، کاروبار اس کے اندر ان کے سامنے یہود ہیں، نصاریٰ ہیں۔ یہ ان کو دیکھ دیکھ کے چل رہے ہیں۔ ایک دفعہ بھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے کہ حضورؐ کا مکان کیسا تھا، جب یہ کپڑا بناتے ہیں، ایک دن یہ تصور میں نہیں آتا کہ اپنے بچوں کے کپڑے ایسے بناؤ جیسے حضورؐ کے تھے۔ یہ شادی کرتے ہیں، کبھی تصور میں نہیں آتا حضورؐ نے دس بیاہ کئے۔ جس طرح حضورؐ نے کیا ہم بھی کرلیں تو آپ تو حضورؐ کو امام بنائیں گے ہی نہیں، آج امام بنا رکھا ہے، یہود کو اس اندھے یہود کو جس نے ہمیں ذبح کیا، چودہ سو برس تک وہ امام بن چکے ہیں زندگی میں۔ تھوڑے سے نمازی! کچھ پڑھ رہے کچھ نہیں پڑھ رہے، تو نمازیوں نے بھی مقتدا بنایا یہود کو اور ان بے نمازیوں نے بھی اپنا مقتدا اور امام بنایا نصاریٰ کو۔

ذوقِ ابراہیمی نہیں ہے، ذوقِ آذری ہے۔ ذوقِ موسوی نہیں ہے۔ ذوقِ فرعونی ہے۔ ذوقِ محمدی نہیں، ذوقِ قارونی ہے، تو بھئی اگر یہی اچھا لگتا ہے تو مبارک ہے۔ چلئے آپ مرنے کے بعد دیکھئے گا، کیا ہوگا۔ اگر یہی اچھا لگتا ہے، اور چلانا اسے ہی ہے،

جسے اب چلا رہے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے تو تین چلّے کیا ہم ایک دن بھی نہیں چاہتے کسی سے ایک دن بھی نہیں اور میاں اگر اس سے مُڑنا چاہیئے۔ ہمیں ہم بڑے غلط پھنس گئے اور زندگی میں ہم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے پیروں پر کلہاڑیاں ماری ہیں۔ یہ سب ہم نے خود کیا ہے اور دُنیا کے اندر جو ہم مصیبتوں کا شکار اپنے ہاتھوں سے ہوئے ہیں۔ اب ہم کیسے زندگی کے رخ کو پھیریں تو سب سے پہلے اپنے میں مجاہدے کی عادت ڈالئے پہلے علم سیکھیئے، دعوت دینا سیکھیئے۔ تعلیم کے حلقوں میں بیٹھنا سیکھیئے تو کم سے کم مسجد والی زندگی کی مشق کیجیئے۔ پھر آؤ اور اسے محلے میں چلاؤ خاندان میں چلاؤ۔ رشتے داروں میں چلاؤ، نیت میں رکھو سب سے منہ موڑنا ہے ان کو سیکھتے سیکھتے، پھر کسی کے جی کو لگ گئی تو خاندان بن گیا۔ خاندان بن جائے گا۔ سارا، اگر کسی ایک کے بھی جی کو لگ گئی۔ ایک ایک نقشہ بدتر ہے آج، عورتیں کہاں تک پہنچ گئیں عورتیں، یہاں تک پہنچ گئیں کہ کتوں سے زنا کرائیں گی، یورپ کی عیسائی عورتیں کراتی ہیں کتوں سے زنا۔ اگر یورپ ہی امام بنا رہا تو آدمی اپنی ماؤں سے زنا کرے گا، اپنی بیٹیوں سے زنا کرے گا، یہ زنا کے امام ہیں۔ وہاں تک پہنچ گے، جہاں یہ پہنچے ہیں۔ اُف اُف! یہ خون کی ندیاں بہانے کے امام ہیں تم بھی وہیں تک پہنچو گے، لٹیرے بنو گے۔ شریف انسان نہیں بن سکتے، شریف کے پیچھے چلو گے شریف بنو گے اور کمینوں کے پیچھے چلو گے تو کمینے بنو گے۔ شریفوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، وہ جن کے ساتھ شرافتیں جمع ہیں، ساری شرافتیں، سارے کمالات، ساری خوبیاں ان میں جمع ہیں، ان کے پیچھے چلو اس کے لئے چاہیئے وقت، ذوق کی تبدیلی کے لئے چاہیئے وقت اور جتنا اس کے لئے محنت کرو گے، ذوق بدلے گا ہم کماتے رہیں، کماتے رہیں۔ ایک دم حضورؐ کا ذوق آجائے یہ ناممکن ہے۔ ہم مکان بناتے ہیں۔ کوٹھیاں بناتے ہیں، بلڈنگیں بناتے ہیں، بیاہ شادیاں کرتے ہیں، شاندار چیزیں خریدتے ہیں۔ اور جو پیسہ ہاتھ میں آوے وہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد وہ سارا انہی میں لگاتے رہیں اور اس کے لئے نہ مال لگے نہ جان تو خدا کی قسم یہود اور نصاریٰ کی طرف زیادہ قریب ہو جاؤ گے اور حضورؐ سے دور ہو جاؤ گے۔ اور خون چوسنے والوں کے اور قریب ہو جاؤ گے۔ جس نے (یعنی حضورؐ نے) ہماری حفاظت کے لئے خون دیا تھا۔ اس سے دور ہو جاؤ گے اور جو اپنی حفاظت کے لئے ہمارا خون کرتا ہے اس کے اور قریب ہو جاؤ گے تو گویا خون دینے والے

سے دُور ہوئے اور خون لینے والے سے قریب ہوئے۔ حالانکہ حضورؐ سے قریب ہونے میں ہمارا فائدہ ہے۔ اور حضورؐ سے دور ہونے میں ہمارا نقصان ہے اس لئے کہیں ہیں کہ اس ماحول کو بدلو یہ ماحول نہایت زہریلا ہے اس کی تو ہر چیز غلط۔ اس کی ایک چیز بھی صحیح ہو تو کہیں کہ کچھ صحیح ہے، مجھے بتادو کہ اس کی کون سی چیز صحیح ہے۔ اب ایک بات ہماری مان لو سوڈیڑھ سو دو سو روپیہ ساتھ لے کے ہمارے ساتھ لاہور چلو تین دن تو سنتے رہو۔ پھر جتنا وقت خدا تمہارے دل میں ڈال دے اُتنا دیجیو، پیسے لے کے تین دن کے لئے چلو اور یہ نیت کر کے چلو کہ اللہ میرے جی میں ڈال دے اور یوں دُعا کرو کہ اللہ تو اُس کو میرے جی میں ڈال دے۔ اگر جی میں نہ آوے تو واپس چلے آئیو اور اگر اللہ جی میں ڈال دے تو جتنا وقت اللہ جی میں ڈال دے۔ اتنا دے آئیو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝

اپنے طریقوں کو نبیوں کے طریقوں سے بدلو

مؤرخہ ۱۸ اپریل ۱۹۶۴ء مطابق ۱۸ ذوالحجہ ۱۳۸۴ھ
دراجتماع باب ابراھیم حرم شریف مکہ مکرمہ
وقت عربی ۲ بجے دن ہندوستانی ٹائم ۱۰ بجے

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ

حمد وثنا کے بعد۔

برادران اسلام ساری دنیا کے حالات پر نظر ڈالیں تو حالات کی خرابی کے سائے نظر آتے ہیں، حاکم و محکوم کے حالات خراب، مالک و مزدور کے حالات خراب، زمیندار و مضاع کے حالات خراب، تاجر و آجر کے حالات خراب، امیر اور غریب کے حالات خراب نظر آتے ہیں۔ دنیا والوں نے محنت کے طریقے بدل لئے ہیں، ملک و مال والوں نے طریقے بدل لئے، سامان و جائداد والوں نے طریقے بدل لئے، خیموں اور رل والوں نے طریقے بدل لئے۔ چونکہ یہ طریقے ان کے من گھڑت طریقے ہیں، خدا کے بتائے ہوئے انبیاء کے اپنائے ہوئے طریقے نہیں ہیں۔ اس لئے نتیجہ میں جگہ جگہ قدم قدم پر خرابی ہی خرابی نظر آتی ہے۔ اللہ پاک کے طریقے اور ہیں یعنی انبیاء کے طریقے اور ہیں۔ اللہ پاک کے احکام میں انبیاء معترض نہیں ہوتے بلکہ اللہ کا حکم ہوتا ہے اور نبی کا عمل۔ اللہ اور نبی میں نزاع نہیں ہوتا، ملک و مال والوں کا نزاع ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے انبیاء کی محنت کا انکار کیا، اللہ نے ان کو بگاڑ دیا۔ اللہ تو نبیوں کو لوگوں کے حالات درست کرنے کے لئے بھیجتا ہے۔ لوگوں نے نبیوں کے اعمال کو اپنا لیا فلاح پا گئے۔ اگر نبیوں کے اعمال سے اپنے اعمال ٹکرا دیئے چور چور ہو گئے، چونکہ نبیوں والا نقشہ، نبیوں والا عمل زندگیوں میں موجود نہیں رہا اسی لئے زندگیاں بگڑ رہی ہیں اگر دین پر محنت نہیں ہوگی، دلوں کی درستی نہیں ہوگی۔ دل درست نہیں تو کوئی چیز بھی درست نہیں ہوگی۔ اگر نبیوں والے طریقوں پر محنت ہوگی تو حالات ٹھیک ہوں گے۔

حالات

حالات کی بنیاد' ملک و مال، زر و زمین، اکٹ وغیرہ پر نہیں ہے' بلکہ حالات کی بنیاد اعمال ہیں۔ انبیاء' صحابہ اور علماء کے اعمال حالات سنوارنے والے بنیں گے حالات ملک و مال، سونا' چاندی کی بدولت ٹھیک نہیں ہوں گے۔ جو یہ سمجھتا ہے دھوکے میں ہے حقیقت یہ نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حالات کو اعمال کے ذریعے جوڑا ہے حالات کو چیزوں کے ذریعے نہیں جوڑا۔ بلکہ اعمال کے ساتھ جوڑا ہے' جیسے عمل کریگا حالات مرتب ہوں گے۔

یقین

اگر یقین قرآن و حدیث کے مطابق ہے' اعمال نبیوں والے ہوں گے۔ حالات ٹھیک ہوں گے' حالات کا تعلق اعمال سے ہے۔ اگر یقینوں کو ٹھیک کرنا ہے تو انبیاء کے طریقوں پر چلیں' غلط یقین نکال کر صحیح یقین اپنائیں۔

محنت

غلط یقین کو نکالنے اور صحیح یقین اپنانے کے لئے محنت کی ضرورت ہے۔ اپنی اپنی بساط کے مطابق محنت کریں۔ انبیاء کرام ؑ نے سب سے زیادہ محنت کی۔ اگر ان جیسی محنت ہو گی' یقین درست ہو جائے گا۔ اگر تیرا یقین' ساز و سامان فوج و ہتھیار جہاز و سالار سے ہٹ کر اللہ کی ذات پر آجائے تو کامیابی ہے۔ اللہ اپنی قدرت سے سب کچھ کرتے ہیں' اپنی قدرت سے خوف کو امن سے بدل دیں گے۔ خدا کی قدرت پر یقین آجائے۔ اللہ کی ذات پر یقین آجائے' اٰمَنتُ باللہ کو اپنا لیا تو اللہ کا ہو گیا' تو وہ تیرا ہو گیا تو نے سب کچھ پا لیا۔ اللہ سامان کے محتاج نہیں' وہ جو کچھ کرتے ہیں' اپنی قدرت سے کرتے ہیں۔ وہ ارادہ کرتے ہیں اور ہو جاتا ہے' وہ انسان کو بغیر انسان کے پیدا کر دیتے ہیں زمین کے بغیر غلہ اُگا یا۔ حضرت سلیمان ؑ کے لئے تمام ہواؤں چرند و پرند کو تابع کر دیا۔ اللہ تعالےٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں' ان کے احکام ہیں' انکے کام ہیں' ان کے نام ہیں' ان کی ذات میں کوئی دوسرا شریک نہیں' ہر چیز

اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اس کعبہ کو تعمیر کر کے دعا مانگی۔ اے اللہ ساری دنیا کے لوگ تیرے اس گھر کی زیارت کو آیا کریں۔ دعا قبول ہوئی۔ ساری دنیا کے لوگ اللہ کے اس گھر کی زیارت اور حج کے لئے آتے ہیں۔ اس گھر سے خدا کی قدرت کے آثار زیادہ نظر آتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کو ایسی جگہ چھوڑا تھا، جہاں زندگی کی کوئی رمق نہ تھی، نہ درخت نہ پانی، نہ کھیتی نہ مکان، نہ سایہ، نہ انسان، نہ چرند نہ پرند غرضیکہ ہر وقت موت کی سی خاموشی تھی۔ انسانی عقل اس عمل پر آج تک دنگ ہے کہ یہ انوکھی بات حضرت ابراہیمؑ نے کیسے قبول کر لی؟ وہ پیغمبر تھے، وہ خدا کے احکام کو اپنی عقل کی کسوٹی پر نہ پرکھتے تھے۔ خدائے پاک نے حکم دیا، انہوں نے تعمیل میں سر جھکا دیا۔ بیٹے کو اللہ کا حکم سنایا، اس نے گردن جھکا دی۔ یہ اُن مقدس ہستیوں کے انعام کا صلہ ہے کہ یہ شہر، یہ جنگل میں منگل، یہ زمزم، یہ زر و جواہر، یہ پاکباز لوگ یہاں نظر آتے ہیں۔ اے لوگو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے انعامات حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کے احکام کے سامنے ایسی جھکنے کی خو پیدا کرو۔ جیسی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ میں تھی۔

اس سال پاکستان سے ۲۶۰۰۰ حاجی بذریعہ قرعہ آئے اور ۵۰۰۰ بذریعہ پاسپورٹ آئے کون لے آیا؟ قادر مطلق لے آیا۔ قدرت والے ہیں، ہر کام کر سکتے ہیں، بغیر نقشوں کے کر سکتے ہیں۔ اے یہاں آنے والے! تجھے تیرا روپیہ یہاں نہیں لایا۔ بلکہ تیرا اللہ لایا ہے۔ تو اپنے یقین کو درست کر۔ اگر تو خود یہاں آیا، یا اپنے روپے کے سہارے سے یہاں آیا ہے تو وہ شخص تجھ سے زیادہ بہتر ہے، جس کو اپنے روپے پر ذرا بھی بھروسہ نہ تھا بلکہ صرف اللہ پر بھروسہ تھا۔ اس کا یقین تیرے یقین سے بہتر ہے، اس کا ایمان تیرے ایمان سے بہتر ہے، اللہ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ زندگی، موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ تیرا دل کہتا ہے، کام کیسے چلے گا، پیسے نہیں ہوں گے تو کام کیسے چلے گا، تیرے ہاتھ بوقت پیدائش کے وقت کیا تھا، دودھ کیسے ملا حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کو صرف پانی سے پالنے والا کون تھا۔ تو اپنے دل و زبان میں یقین پیدا کر سارے یقینوں کی جڑ اللہ پاک کی ذات پر یقین قائم کرنا ہے۔ پھر اعمال

کا سلسلہ اسی بنیاد پر قائم کرنا۔

اعمال

اس طرح یقین کی جڑ لگ جانے پر انسان کے اندر اعمال آجاتے ہیں اور جیسے بارش ہونے سے زمین میں نباتات اُگتی ہے، اسی طرح یقین کے ساتھ عمل۔ اگر اعمال درست ہوں گے تو حالات درست ہوجائیں گے۔

بیت اللہ شریف

بازاری مظاہرے، عیش کے سامان، دنیا کی چیزیں، ظاہری نقشے، مکہ میں یورپ کے سامان ہیں۔ لوگ مکہ میں یورپ کے سامان کو دیکھنے نہیں آتے بلکہ مکہ کے یقین کو اللہ پر یقین کے نظارے کو دیکھنے آتے ہیں، آج کے مکے کو دیکھے گا تو یقین نہیں بنے گا جو نبی والا مکہ دیکھے گا، وہ نبی والا نقشہ لے کر جائے گا۔

اللہ نے پانی بنایا، پھر مکہ سے زمین پھیلائی، پہاڑ کھڑے کیے، پہاڑوں اور زمینوں میں بڑی دولتیں چھپادیں۔ جب تک وہ چاہیں گے، نظام زمین و آسمان چلائیں گے۔ جب چاہیں گے زمینوں اور آسمانوں کو لپیٹ دیں گے اور اس نظام کو توڑ پھوڑ دیں گے۔

بیت اللہ شریف سے ثابت ہوتا ہے، عورت سے مرد سے انسان نہیں بنتا قدرت سے انسان بنتا ہے، قدرت سے مکان، آسمان، شکلوں سے شکلیں چیزوں سے چیزیں، آٹا خود نہیں بنتا، پیسنے والا پیستا ہے، گوندھنے والا گوندھتا ہے، پھر روٹی پکتی ہے۔ اللہ نے اپنی ذات کے سوائے سب کو بنایا ہے، اے انسان تو بنا ہوا ہے تو بنانے والا نہیں ہے، زمین و آسمان، حیوان انسان سب مخلوق ہیں۔ ایک اللہ سب کا خالق ہے، منی سے، خون سے لوتھڑا، شکل انسان وہی بنائیں گے۔ یقین یہ ہوجاوے کہ خدا کے بنائے ہوئے سب کچھ بنتا ہے اور کسی سے نہیں بنتا۔ اللہ اپنی قدرت سے پالتے ہیں، چیزوں سے نہیں پالتے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کو کیسے پالا۔ نمرود، فرعون چیزوں والے تھے، کیسے ختم ہوگئے۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت سے نقشے بنتے ہیں اللہ

تعالیٰ کی قدرت سے نقشے بگڑتے ہیں۔ اسی خانہ کعبہ کو مٹانے کے لئے ہاتھیوں کا ایک لشکر آیا۔ جیسے اس زمانے میں امریکہ کے راکٹوں کا لشکر، پہاڑوں میں لشکر پھیل گیا کوئی ظاہری شکل نہیں کہ خانہ خدا بچ جاوے۔ مگر بچانے والے نے بچالیا، کیسے بچایا ایک فرشتہ نے سفید ہاتھی کا کان پکڑا۔ ہاتھی بیٹھ گیا۔ لشکر رک گیا۔ ابابیل آئے، ہر ایک کے پاس تین تین کنکریاں تھیں، ہاتھیوں پر کنکریاں گرائیں وہ سب لشکر نیست و نابود ہو گیا۔ اسی طرح روسی، امریکی طاقت کو اللہ جب چاہیں گے ختم کر دیں گے۔

یہ بیت اللہ شریف ستر انبیاءؑ کی زندگیوں کا مرکز ہے، اس کا سنگِ بنیاد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رکھوایا، حضرت ابراہیمؑ کی دعا یہ تھی کہ ایک اُمت ایسی اٹھے کہ ساری دنیا میں نماز کی عبادت کھڑی ہو جاوے، ساری دنیا کے لئے ہمدرد اور محبت والی بن جائے، ساری اُمت پر محنت کرنے والے بن جاویں۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کی پہلی دعا تھی۔ دوسری دعا میری اولاد سے ایسی اُمت ہو جو دین پر محنت کرے، ان کو بغیر کمائے دنیا کے مال و زر دے۔ مکہ میں جماعتیں آئیں گی، دنیا بھر کے لوگوں کے دلوں میں مکہ کی محبت ڈال دے، اسی بیت اللہ شریف میں ضد آگئی، بتوں کی پوجا ہوئی، اب گھڑیوں اور کپڑوں کی خرید و فروخت، آپ اپنی اسکیمیں بنائیں، خدائے پاک اپنی اسکیم بناتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی اسکیم اُبھرنے کا جب وقت آیا حضرت رسولِ مقبولﷺ تشریف لائے، اسکیم چلانے والا آگیا۔ یتیم، اَن پڑھ، مال کے بغیر اسی مکے سے چلے، صحابہؓ اسکیم کے چلانے والے تھے اسکیم چلائی، ملک و مال و زر کے بغیر چلائی یتیمی کی صورت، غریبی کی صورت، باہر کچھ نہیں تھا، اندر میں سب کچھ تھا کفار دھوکے میں آگئے، محمدﷺ یتیم ہے، بھوکا ہے، کچھ بھی نہیں، باپ بھی نہیں، سب چھوڑ گئیں جب کوئی اور بچہ نہ ملا تو حلیمہ نے لے لیا، وہ اونٹنی جو سب سے پیچھے آئی تھی، اب سب سے آگے آگے تھی رہبر کی رہبر اونٹنی، اللہ کی اسکیم طاقت سے نہیں، یقین سے چلتی ہے۔ اس کو چلانے والے مال و ملک والے نہیں، بلکہ یقین محکم کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ اسکیم ملک و مال سے نہیں چلتی، نقشوں اور شکلوں سے نہیں چلتی ہے۔ آپ نے دیکھا ملک و مال کے بغیر اسلام کا نقشہ اسی مکہ میں چلا یا ساری دنیا میں چلایا۔ روکنے والوں کے روکے نہ رُکا، روکنے والوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مگر اُن کے یقین کے

طوفان پر کاہ کی طرح بہہ گئے۔ محمدؐ اور اُن کے صحابہؓ کے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا، کپڑا نہ تھا، مکان نہ تھا، یقین درست تھا۔ اُٹھے اور تمام دنیا کے لشکروں کی موجودگی میں سب پر چھا گئے۔ اب بھی اسی بنیاد پر جو بھی اُٹھے گا تو اللہ اپنی قدرت سے کام چلائیں گے۔ وہی کارساز، وہی مسبب الاسباب ہے اللہ کے خزانوں کے لینے کا گھر بیت اللہ شریف ہے۔ رسولِ اکرمؐ نے اسکیم چلائی، چاہے تم لاکھوں میل دور پڑے ہو۔ بیت اللہ شریف کی طرف رُخ کر لو گے۔ تو حضرت ابراہیمؑ والی برکات کا اجر و ثواب اور امداد ملے گی۔ اللہ والے یقین پر اٹھو۔ صرف یقین کے رُخ کو موڑنے کی بات ہے۔ اگر تمام سمتیں چھوڑ کر تم نے رُخ بیت اللہ کی طرف کر لیا اور اس بات پر اسی طرح جمے رہے جس طرح صحابہؓ کا یقین تھا۔

آج بھی گر ہو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

نبیؐ کی سُنّت و طریقہ

بیت اللہ کی طرف کیسے بلایا گیا ہے۔ زمانے کا جو نقشہ ہے وہ اُسوہ نہیں ہے، بلکہ اپنے اپنے نقشوں کو ابراہیمؑ کے نقشوں کے مطابق بنالو۔ ارشادِ باری ہے، ابراہیمؑ کی اطاعت کرو۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے شام جیسے سرسبز و شاداب ملک سے حضرت ابراہیمؑ کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ صحرا میں پہنچا۔ وہیں بیوی بچے کو چھوڑ جانے کا حکم دیا۔ اکلوتے بیٹے اور چہیتی بیوی کا اور کوئی باپ ہوتا تو اس حکم سے کانپ اٹھتا اور مشتعل ہو کر بغاوت کر جاتا۔ لیکن خلیل اللہؑ جیسی ہستی پر گونہ مسرت ہوئی۔ کیوں نہ ہو پیغمبر کے لئے اپنے آقا و مولا کی خوشی سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی۔ خلیل اللہؑ کا آگ میں کودنا بیوی بچے کو صحرائے لق و دق میں ایسی جگہ چھوڑنا، اُن کو آگ میں دھکیلنے سے کم نہ تھا۔ مگر یہ سب کچھ اللہ جل شانہٗ کی خوشنودی کے لئے۔ قادرِ مطلق نے انہیں جلتی آگ سے کیسے بچا لیا۔ صرف پانی پر پال کے دکھا دیا۔ پھر آپ لوگوں کے لئے ہی نہیں، بلکہ تمام دنیا کے لئے اس زم زم کے پانی کو متبرک بنا دیا۔ یہ سب اُسی کے انعام ہیں، یہ سب

بیت اللہ شریف، یہ زم زم، یہ مقام ابراہیم، یہ وادیاں وغیرہ سب اُسی کی خوشی کے انعامات ہیں ان کے مزے لوٹیں۔ مگر اپنے اپنے نقشوں کو ابراہیمؑ کے نقشوں کے مطابق بنائیں اُن کے اسوہ سے اپنے اعمال کو ٹکرائیں نہیں۔ اللہ کی خوشنودی والے اعمال ہے، اللہ کے غضب والے اعمال سے ٹکرائیں نہیں۔ یاد رکھو یہ بیت اللہ، اللہ کا گھر ہے، یہ مرکز ہے، خدا کی قدرت کے مظاہرے کا۔ ابھی انسان چاند پر جائے گا۔ پھر دجال بن جائے گا سائنس کے بادل بنائے گا۔ اللہ کریم یہ سب کچھ دیکھتے ہیں۔ وہ ایسے ایسے ہولناک ہتھیار بنانے والے کو ختم کردیں گے، جیسے اصحاب فیل کے لشکر کو کنکریوں سے ختم کیا تھا۔ دجال مُردوں کو زندہ کر کے دکھائے گا۔ پھر بیت اللہ پر چڑھیں گے۔ تین جھٹکے مکہ شریف میں آئیں گے۔ جو غلط یقین والے ہوں گے نکلجائیں گے۔ صحیح یقین والے مکہ میں آجائینگے انسان راکٹ سے خود ایک بڑی طاقت بن جائے گا۔

حج

اللہ جل جلالہٗ نے تمہیں حج کے لئے بُلایا، ہاجرہ دوڑی، انبیاء دوڑے تم بھی دوڑ دوڑ چکر کاٹو، کامیاب ہوگے۔ انبیاءؑ نے دعائیں مانگیں۔ تم بھی گڑگڑاؤ اللہ سے مانگ لو اس کے در پر آکر اپنی اکڑفوں مٹالو۔ اس کے بندے بن جاؤ مانگ لو اپنے مالک سے اسکے دروازے سے زاری کرو، شاید اُس کو ترس آجاوے۔ یاد رکھو اُس کے رحم شروع ہو جاویں تو بڑے انعامات ملتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ اُن کی بیوی بچوں پر خدا کا رحم ہوا، اللہ نے ترس کھایا، صدیوں سے انعامات کی بارش ہو رہی ہے۔ دنیا کی آبادی کا ایک اہم حصہ اس کرم سے مستفیض ہوتا ہے۔ اگر تو نبیوں والے راستے پر آجاوے تو:

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے مالا مال ہو جاوے۔

یقین

خدا کی ذات پر یقین نہ بنا تو کس پر بنے گا، دل کے یقین کی بیماریوں کو ٹھیک کرلو، دل کے اندر یقین کی جھلکی پیدا کرو۔

حالات کی خرابی دوسروں کی وجہ سے خراب نہیں، یہ خرابی ہماری اپنی وجہ سے

ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اُمت مسلمہ نماز کیلئے مانگی۔ حضرت نوحؑ نے جنت کی نماز کیلئے کیا تو اندازہ کر سکتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے امت مسلمہ نماز کے لئے کیوں مانگی، تجھے نماز کے انعامات کا اندازہ ہی نہیں۔ یہ اندازہ ابراہیمیؑ آنکھ ہی کر سکتی ہے۔

محنت

بیت اللہ کی بنیاد پر محنت، نبیوں والی محنت پر چلنا ہے، محمدؐ نے ہزاروں گھر قربان کئے، ہزاروں صحابہؓ کے گھر قربان کئے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایک گھر قربان کیا، نماز کے لئے ایک گھر کا قربان کر دینا اور خدا کی محبوبیت حاصل کر لینا نہایت سستا سودا ہے۔ زمین و آسمان بدل جائے، لیکن تُو نہ بدل، مسلمان رہ۔ امتی بن ابراہیمی رہ، اسوۂ محمدی اپنا، یہ ترقیوں میں سب سے بڑی ترقی ہے، یہ تیری عاقبت تک کام آنیوالی ترقی ہے۔ اگر یہ عمل تیری طبیعت کے خلاف ہے، تو اپنی طبیعت پر غور کر، اس کی اصلاح کر۔

صلح حدیبیہ میں صلح کرنا حکم ربانی تھا، محمدؐ نے سرِ تسلیم خم کیا۔ ظاہری اعتبار سے یہ پشیمانی تھی۔ صحابۂ کرامؓ پر یہ پشیمانی بہت شاق گذری، ایسا موقع کبھی نہ آیا تھا۔ ابھی اعمال میں اتنی پختگی نہ آئی تھی جتنی حضرت نبی کریم صلعم میں تھی۔ اللہ کی طرف سے صلح کا حکم ہوا۔ پیغمبر آخرالزماں نے تسلیم کیا اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دیا۔ صحابۂ کرامؓ کو بغیر عمرہ کے واپس جانے کا صدمہ تھا۔ مگر ایسا نہ ہو سکا کہ حضورؐ کی بات سے انکار کر دیں۔ معاہدہ لکھوانا شروع کیا، کفار نے "رسول اللہ" پر اعتراض کیا۔ حضور صلعم نے اپنے ہاتھ سے لفظ رسول مٹا دیا۔ اللہ پاک یقین رسول پر خوش ہوئے۔ "اِنَّا فَتَحْنَا" کے نقارے بجنے لگے۔ صحابہؓ فتح المبین کی خوشخبری پر اور بھی سٹپٹائے۔ مگر سب نے اپنے خدشات کے خلاف خدا کی بات کو مان کر اپنا یقین خالص کر لیا۔ اپنے خدشات کے خلاف اللہ کی بات کو ماننا ہی ایمان کی بنیاد ہے۔ اگر آج ہمارے فیصلے خدا کی مرضی کے مطابق ہو جادیں، نبیوں والے طریقوں پر آجائیں تو بات بن گئی۔ پس اے مسلمان! اپنے طریقوں کو بدل، اپنے طریقوں کو نبیوں کے طریقوں سے بدل، اپنے نقشوں کو نبیوں کے نقشوں سے بدل۔ اپنی محنت کو نبیوں کی محنت سے بدل۔ ابراہیمؑ کی سکیم کو دُنیا میں چالو کرنے کے لئے نکل۔ اخلاق درست کرنے

کے لئے نکل۔ یقین درست کرنے کے لئے نکل۔ اعمال درست کرنے کے لئے نکل۔ حرکت پیدا کرو۔ طنیت کا دائرہ توڑ کر پھرو۔ علم، اعمال، قرآن و دین کے لئے پھرو۔ کمائی یا دین کی بنیاد پر محنت کرو۔ اُمّت کو اٹھاؤ۔

اگر آپ مسجد والی زندگی پر آجائیں گے تو نقشہ بدل جائے گا۔ سارے عالم میں دین کا بول بالا ہوگا۔ اُمّت بھر کی امیدوں کا نقشہ بدل جائے گا۔

دُعا اے خدا مجھے یہاں بیت اللہ شریف میں ہجرت کرنے کی توفیق عطا فرما ہم ہی طرح فیصلہ کرلیں جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے فیصلہ کیا تھا۔ دین اسلام کے لئے فی سبیل اللہ نکل جائیں تو اللہ کے فضل و کرم سے بیت اللہ والی برکات کے مطابق اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے۔

حیاۃ الصحابہؓ (عکسی)

بزبان عربی تین جلدوں میں — ترجمہ بزبان اُردو تین جلدوں میں

عربی تالیف رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی قدس سرہٗ

اردو ترجمہ عالم دوراں حضرت مولانا محمد عثمان صاحب فیض آبادی مدظلہٗ

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی اسلام کے لئے محنت اور بے پناہ جدوجہد اور ان کے مجاہدانہ صفات و کمالات، ان کے پاکیزہ حالات، واقعاتِ فقر و صبر، زہد و قناعت اور ایمان و یقین سے متعلق ہزاروں احادیث و قصص کا وہ بے مثال و دلکش مجموعہ ہے جو احادیث کی ضخیم کتابوں سے انتہائی کاوش سے مؤلف نے جمع فرمایا ہے۔ جس کے پڑھنے سے عہد رسالت و خلافت راشدہ کے چلتے پھرتے عملی نمونے دل و دماغ میں سما جاتے ہیں مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ دارالعلوم حرم نبوی مدینہ منورہ و دیگر بلادِ اسلامیہ کے مدارس میں داخل درس ہے۔

قیمت ــــــ	قیمت ــــــ
بزبانِ عربی جلد اول ۔ جلد دوم ۔ جلد سوم	بزبانِ اردو جلد اول مجلد جلد دوم مجلد جلد سوم مجلد
قیمت کامل سیٹ	قیمت کامل سیٹ

از: اسرار الحقؒ۔ ڈھیری حسن آباد۔ راولپنڈی

میدانِ عرفات میں

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا خطاب

یوم عرفہ ۹ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۱ اپریل ۱۹۶۴ء شنبہ

بزرگو اور دوستو! اللہ جل جلالہٗ دعم نوالہٗ کا بہت بڑا احسان ہے کہ ہم کو باوجود ہماری نااہلی کے اور اس بات کے کہ اس پاک میدان میں آنے کے قابل نہیں تھے، کیونکہ ہم میں بہت زیادہ گندگیاں بھری ہیں اس پاک میدان میں بلایا، جہاں آدم علیہ السلام سے لیکر حضور اکرمؐ تک تمام انبیاء کو بلا کر حج نصیب کرایا۔ جس جگہ ہزاروں، لاکھوں انبیاء و رسل کا پسینہ گرا اور آنسو گرے اور ان کے انوار اب تک اس سرزمین میں موجود ہیں، اسکی ذات سے امید ہے کہ ہمیں ایسی جگہ بلا کر ان کے آنسوؤں، ذکر و استغفار، تلبیہ، چیخ و پکار کی نسبت سے اللہ تعالےٰ ہمیں بھی مغفرت نصیب فرمائے گا۔ ہمیں یہی امید رکھنی چاہیئے کہ ضرور ہماری مغفرت ہوگی یہیں حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کی توبہ قبول فرمائی اور ملاقات بھی اسی میدان میں کروائی۔ اسی وجہ سے اس میدان کا نام عرفات ہوا۔ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی اپنی معرفت سے ایک قطرہ عطا فرمائیں۔ (آمین)

حضور اکرمؐ نے اس میدان میں خطبہ دیا اور آخر میں فرمایا کہ فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ یعنی ہر شخص یہاں سے مبلغ بن کر جائے۔ اس سے پہلے فرمایا یہ کون سا دن ہے؟ کون سا مہینہ ہے؟ کون سا مقام ہے؟ کیا یہ فلاں دن نہیں؟ فلاں مہینہ نہیں؟ فلاں مقام نہیں؟ صحابہؓ نے عرض کیا بیشک ہے، پھر فرمایا کہ جس طرح یہ سب قابلِ احترام ہیں۔ متنبہ ہو جاؤ کہ اسی طرح تمہاری جان کا ایک ایک قطرہ، ایک ایک بال اور مال کا ایک ایک پیسہ ایک دوسرے کے اوپر حرام ہے۔ خواہ دُنیا کے کسی حصہ کا مسلمان ہو، ساری دنیا کے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ اس کی جان اور مال کی حفاظت کریں۔

بھائیو! یہ زمین جس پر اللہ نے ہمیں اور آپ کو محض اپنے کرم سے بلا استحقاق پہنچایا، سارے انبیاء کے دعا مانگنے کی جگہ ہے اور قیامت تک سارے انسانوں کی دعاؤں کا مرکز ہے۔ جیسا جس کو اللہ کی ذات پر یقین ہوگا اسی قدر اس کی دعا میں قوت ہوگی پہلے سب انبیاء سے یقینوں کے بدلنے کی اور اللہ جیسے ہیں ان کی ذات کو پہچاننے کے لئے اور اللہ سے لینے کے لئے عبادات پر محنت کروائی، پھر ان کی دعاؤں کی طاقت ان کے علاقے میں دکھلائی نوحؑ کی دعا پر پوری قوم کو غرق کر دیا اسی طرح سارے نبیوں سے محنت کرا کے ان کی دعاؤں کی طاقت کو ان کے علاقہ میں ظاہر کیا، اپنے اپنے علاقہ میں محنت کر کے علاقہ کی ترتیب کو بدلوا کر سارے انبیاء کرام بیت اللہ پر پہنچا کرتے تھے جس طرح ایک غلام اپنے آقا کے کام کو محنت سے کر کے اس کے پاس آتا ہے۔ وہ بہت ڈرتے ہوئے، ہچکیوں سے روتے پیٹتے بھکاری بن کر اللہ کے در پر آتے تھے پھر میدان عرفات میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

سارے انبیاء علیہم السلام کی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک محنت کا میدان قائم کیا اور سارے صحابہؓ کو انبیاءؑ کے طریقہ پر ایمان اور اعمال صالحہ کی بنیاد پر اٹھایا اور ظاہر کے خلاف محنت کر کے خدا کے یقین کی بنیاد پر دعا مانگ کر اللہ سے اپنی حاجتوں کو پورا کرا لینا سکھایا۔ صحابہؓ نے اللہ کی اطاعت میں ظاہر کے خلاف کیا اور پھر دعا مانگی تو اللہ نے اپنی قدرت سے ظاہر کے خلاف کر کے دکھایا۔ ایک مرتبہ حضر موت کے علاقہ میں صحابہؓ کو پانی نہ ملنے کی وجہ سے موت نظر آ رہی تھی۔ صحابہؓ پڑاؤ کرنے کے لئے ایک میدان میں رکے ہی تھے کہ سارے جانور بھاگ گئے۔ پانی نہ ہونے کی وجہ سے موت پہلے ہی سامنے تھی۔ اب جانور بھی بھاگ گئے۔ پہلے ایک ہی موت تھی، اب دو موتیں نظر آنے لگیں۔ ان کے امیر حضرت علاء حضرمیؓ نے کہا کیا تم مسلمان نہیں؟ کیا اللہ کے راستے میں نکلے ہوئے نہیں ہو؟ کیا اللہ کی مدد میں حق نہیں ہیں؟ سب نے کہا ہیں۔ انھوں نے کہا پھر تیمم کرو اور اللہ سے دعا مانگو چنانچہ فجر کی نماز تیمم کر کے پڑھی اور پھر دعا مانگی اور اس وقت تک دعا کے ہاتھ نہیں چھوڑے جب تک زمین سے پھٹ کر پانی نہیں نکل آیا۔ فرطِ خوشی سے ان کی زبان پر تھا کہ یہ ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا۔ خوشی میں پانی میں کود پڑے اور پھر دیکھا کہ جانور بھی چلے آ رہے ہیں۔ اس طرح کہ جیسے کوئی ان کو پکڑ کر لا رہا ہے۔

حضورؐ اپنے صحابہؓ کو ظاہر کے خلاف عمل کر کے دعا مانگ کر اللہ کی قدرت کے ذریعہ

اپنے سارے مسائل کو حل کرانا سکھا گئے تھے۔ اللہ کی قدرت سے فائدہ حاصل کرنے کیلئے یقین اور اللہ کی عبادت اور بندگان خدا سے ہمدردی، خدمت خلق اور اخلاص عمل کے ذریعہ ان کو دعار کی قوت حاصل ہو گئی تھی۔ دُعار ایک ایسی بنیاد ہے کہ مال سے تو تم ناکام ہو سکتے ہو لیکن تم مال دار ہو یا مفلس، امیر ہو یا فقیر، حاکم ہو یا محکوم، بیمار ہو یا تندرست، ہر صورت میں دعار کے ذریعہ سے اللہ تم کو ضرور کامیاب کرے گا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو دُعار کے راستے سے اپنی حاجتوں کا اللہ سے پورا کرانا خوب سکھایا انفرادی اور اجتماعی دونوں مسائل میں ان کی دعائیں خوب چلا کرتی تھیں۔

ظاہر تو محض خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اسے جیسا چاہے بدل دے۔ تیرہ سال کی مسلسل محنت پر تفصیلی دُعار کا طریقہ آیا اور اس کے بعد جب آپؐ یہاں پہنچے تو آپؐ نے اور آپؐ کے صحابہؓ نے اُمت کیلئے دعائیں مانگیں۔ ہر نبی کو ایک دُعار ایسی دی جاتی تھی کہ جس وقت وہ دعا مانگیں گے، اللہ وہ کر دیں گے، یہ دُعار اس نبی کی محنت کے بدلے میں دی جاتی تھی۔ سارے نبیوں نے اپنی قوم یا اُمت کے متعلق دعائیں یا بد دعائیں کیں اور اللہ تعالےٰ نے فوراً ان کو قبول فرمایا۔ نبی کے ماننے والوں کو ان کی دعار نے چمکا دیا اور نہ ماننے والوں کو برباد کر دیا۔ کہیں آسمان سے کھانے اتار دیئے اس طرح ان کی محنتوں والی دعائیں دنیا ہی میں نمٹ گئیں اور ختم ہو گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دوسرے انبیار کی طرح اللہ تعالےٰ نے ایک دعا محنت والی عطا فرمائی لیکن حضورؐ نے وہ دُعار دنیا میں نہیں مانگی، بلکہ اس کو پوری امت کے آخرت کے مسائل حل کرنے کیلئے محفوظ رکھا۔ فرمایا کہ سب نبی آکر اپنی اپنی دُعار کر گئے لیکن میں اپنی محنت والی دعار کو آخرت میں لے کر جا رہا ہوں، وہی "شفاعت" ہے۔ وہ میری محنت والی دعار ہے اور اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ تم کو راضی کر دوں گا اور جب تک میری ساری اُمت جنت میں داخل نہیں ہو جائے گی میں راضی نہیں ہوں گا عام مسلمان تو کہتے تھے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ شفاعت والی آیت ہے، لیکن اہلِ بیت کہتے تھے، وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى شفاعت والی آیت ہے۔

ایک دعار نبی کی محنت پر قبول ہوتی ہے، ایک دعار نبی کی نماز پر، روزہ پر، حج پر قبول ہوتی ہے۔ ایک امتی کی دعار بھی اسی طرح قبول ہوتی ہے جس ذات نے حج کو صحیح

کیا اور قیامت تک کے لئے اس کو چالو کیا اور ایسا بڑھیا حج کیا کہ آدمؑ سے لے کر آج تک نہ ایسا بڑھیا حج ہوا اور نہ آئندہ قیامت تک ہوگا تو اس ذات کی حج والی دعا کس قدر اونچی اور قبولیت والی ہوگی۔ آپؐ نے اپنی محنت والی دعا کو بھی آخرت میں امت کی ابدی زندگی کے لئے محفوظ فرما دیا، نہ اپنے لئے کچھ مانگا، نہ اپنے خاندان یا صحابہؓ کے لئے اسی طرح حج کی دعائیں بھی سوائے امت کے کسی اور کے لئے کچھ نہ مانگا۔ نہ یہ مانگا کہ حسینؓ قتل نہ کئے جائیں، حضرت عثمانؓ شہید نہ کئے جائیں اور چین کی زندگی گذاریں بلکہ ان دونوں کو تو اس کی خبر دے گئے ساری امت کے لئے قربانی دیتے رہے۔ حضرت امام حسینؓ جس کے ہاتھوں قتل ہوئے، علیؓ قتل ہوئے۔ حضرت عثمانؓ قتل ہوئے اس کو تو پی گئے اور ساری امت میں ان قاتلوں کو بھی شامل کر کے پوری امت کی دعا مانگ گئے۔ خواہ کتنی تکالیف پہنچ جائیں ان کو برداشت کر لیا جائے تو اللہ اپنا پیارا بنا لیتے ہیں۔ اپنے اور اپنے خاندان والوں کے بارے میں آپؐ نے ہر قسم کی تکالیف برداشت کر کے حج والی دعا مانگی تو وہ بھی ساری امت ہی کے لئے مانگی۔ آپ کو اپنی امت سے بہت زیادہ محبت اور تعلق تھا۔ آج دین کے دشمن بے انتہا مال خرچ کر کے امت کو اسلام سے نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ امت اعمال تو چھوڑ رہی ہے۔ لیکن اب بھی دین چھوڑنے پر تیار نہیں، یہ برکت اور صدقہ ہے ان دعاؤں کا جو آپؐ امت کے لئے کر گئے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے دعا کی درخواست کی۔ آپؐ نے دعا دی۔ حضرت عائشہؓ اس دعا کو سن کر خوشی میں لوٹ پوٹ ہو گئیں اور کہا کہ یہ دُعا مجھ کو بہت پسند آئی۔ حضورؐ نے فرمایا اے عائشہ! میں یہ دعا ہر نماز کے بعد اپنی امت کے لئے روزانہ کرتا ہوں۔ یہ حضرت عائشہؓ کون ہیں حضورؐ سے پوچھا گیا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا عائشہؓ،

ایسی عائشہؓ کو تو وہ دعا عمر میں ایک مرتبہ دی اور امت کے لئے وہ دعا ہر روزانہ ہر نماز کے بعد حج پر اپنے یا اپنے رشتہ داروں کے لئے دعا مانگنے کے بجائے آپؐ نے امت ہی کے لئے دعا مانگی آپؐ اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی عرض کیا کہ پہلے نبی آئے تھے وہ گرتی ہوئی امتوں کو سنبھال لیا کرتے تھے۔ اب کوئی نبی آنے والا نہیں، شیطان بہکانے کے لئے موجود ہے، امت گرے گی تو گرتی چلی جائے گی۔ اب آپ یہ طے فرما دیجئے کہ یہ ساری امت جنت میں جائے گی۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کے

بہت رونے اور گڑگڑانے پر اُمت کی مغفرت فرمادی سوائے ظالم کے کہ اس کو نہیں بخشونگا۔ اب مزدلفہ تشریف لاکران ظالموں کے لئے بھی آپؐ روئے جو مسلمانوں کو ستائیں اور پریشان کریں۔ اور اللہ سے دعا رکی۔ آپؐ کو امت سے کس قدر تعلق تھا، ہم تو اس کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ آپؐ کے سامنے ایک چور لایا گیا، آپؐ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا جس وقت اس کا ہاتھ کاٹا جارہا تھا۔ آپؐ کا چہرہ زرد ہوگیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! آپؐ کو تو اس کے ہاتھ کٹنے کا بہت رنج ہوا۔ اگر ایسا تھا تو آپ اس کا حکم نہ فرماتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ بدترین امیر ہے جو حد کو جاری نہ کرے۔ تم اپنے بھائی کو میرے پاس تک لائے، کیوں نہیں سمجھا بجھا کر توبہ کرا دیتے۔ تم نے تو شیطان کا ساتھ دیا۔ اب میرے ایک امتی کا ہاتھ تم سب کے سامنے کاٹا جارہا ہے، اس سے مجھے کیوں رنج نہ ہو۔ آپؐ اپنی امت کے چور تک کے لئے اس قدر شفیق ہیں اور تو یوں کہیں کہ کمبخت چور تھا اچھا ہوا ہاتھ کٹ گیا اور سزا ملی، لیکن آپؐ کے آنسو اس کے لئے جاری ہوگئے۔ آج امت کے ہزاروں بے گناہ افراد، عورتوں اور بچوں کے گلے کاٹے جارہے ہیں۔ لیکن ان پر ہمارا ایک ایسا آنسو بھی نہیں نکلتا جیسے حضورؐ کے بے شمار آنسو ایک امتی چور کے ہاتھ کٹنے پر نکلے تھے۔ اس امت پر آپؐ کو زبردست شفقت تھی۔ اس امت پر آپؐ نے اپنا عیش قربان کیا، لذتیں قربان کیں۔ ایک مرتبہ ایک دیہاتی حضورؐ کے پاس آیا اور اس زور سے آپؐ کی چادر کھینچی کہ گلا گھٹ گیا اور رنگ بدل گیا۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا حضور آپ کے پاس ایسے جاہل لوگ آتے ہیں کوئی چادر کھینچتا ہے، کوئی ہاتھ پکڑتا ہے۔ آپ کے لئے کوئی اونچی جگہ بنوادیں جہاں آپ تشریف رکھا کریں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں مجھ کو چھوڑ دو انہیں دیہاتیوں کے ساتھ۔ آپؐ کو جیسی شفقت امت کے ساتھ تھی کسی دوست کو دوست کے ساتھ نہیں ہو سکتی تھی۔ آپؐ نے رو رو کر مزدلفہ میں ان کی بخشش کرائی، عرض کیا کہ یا اللہ آپکے خزانوں میں کمی نہیں۔ مظلوم کو اپنے خزانہ سے بدلہ دیدیجئے اور ظالم کو معاف فرما کر جنت میں پہنچا دیجئے، اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی قبول فرمالیا، یہ دعا بھی مانگی کہ کوئی دشمن ایسا نہ ہو کہ سونی صد ان کو ختم کردے، یہ بھی قبول ہوگئی پھر دعا مانگی کہ یہ آپس میں نہ لڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی بداعمالیوں کی کوئی سزا بھی تو ہو۔ اب یہ ہوگا کہ مسلمان اللہ کے دین سے، اللہ کے حکم سے اعراض کریں گے تو اللہ ان کے دل پھاڑ دیں گے اور اس سے ان کا

ضعف ہوگا اور ان کے دشمن ان کو کمزور پاکر ان پر دست درازی کریں گے اور ان کا خون ہوگا اور اسی میں ان کے عصیان کا کفارہ ہوجائے گا۔

خوارج کا قتل ہو رہا تھا۔ وہ پکڑ کر لائے جارہے تھے اور مارے جارہے تھے، جب کسی خارجی کا سر کٹتا تو ایک صحابیؓ کے صاحبزادے "فی النار" کہتے تھے۔ باپ نے ڈانٹا کہ کیا کہہ رہا ہے، یہ حضورؐ کا امتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میرے امتی کو نافرمانیوں کی سزا دنیا میں دے کر آخرت میں جنت دیدیتے ہیں۔ حضورؐ نے اپنا سب کچھ امت پر لٹایا ہے اور اس پر اللہ نے جتنا زیادہ دیا وہ سب بھی امت پر لٹادیا۔ انتقال کے وقت بیویوں یا رشتہ داروں کو بلاکر دیکھنے کا جذبہ نہ ہوا، جذبہ ہوا تو یہ ہوا کہ جاتے وقت بس اپنی امت کو دیکھتا جاؤں۔ فجر کی نماز ہورہی تھی اور حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھارہے تھے۔ گریہ وزاری سے نماز بھری ہوئی تھی۔ امت کو دیکھنے کے لئے آپؐ نے پردہ اٹھوایا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ عنقریب تھا کہ ہم فتنے میں پڑجاتے اور اللہ کے طرف سے ہٹ کر حضورؐ کیطرف ہوجاتے۔ امت کو نماز پڑھتا دیکھا اور پھر آپؐ نے پردہ گروادیا۔ آخری وقت میں آپؐ کی توجہ بجائے گھر والوں کے امت کی طرف تھی۔ حضرت اسامہؓ کو بلاکر کہا کہ اللہ کے رستے میں چلے جاؤ اور آخر وقت میں یہ الفاظ تھے۔ "اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ" اور اس کے بعد صرف "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" کے الفاظ تھے۔ انتقال کے بعد سینے پر کان لگائے تو بھی "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" کے الفاظ تھے۔ مجموعے پر جو اپنے کو قربان کرتا ہے انتہائی پیارا ہوجاتا ہے۔ حضورؐ نے امت پر انتہائی قربانی دی ہے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت کے دن مقام محمود اتارا جائے گا، آواز آئے گی کہ نبی امی اس پر بیٹھیں۔ فرمایا مجھے ڈر ہوگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے اس پر بٹھاکر جنت میں پہنچادیں اور بعد میں میری امت کو دوزخ میں بھیجدیں تو میں زمین پر کھڑے ہوکر اور عرش پر ہاتھ رکھ کر عرض کروں گا کہ اے اللہ پہلے میری امت کو جنت میں بھیجا جائے افسوس آج اس امت پر مرمٹنے والے ختم ہوگئے۔ اس امت پر رونے والے ختم ہوگئے۔ اس امت پر محنت کرنے والے ختم ہوگئے۔ اگرچہ اپنے گھر پر محنت کرنے والے بہت ہیں۔ اپنے گھر والوں پر رونے والے بہت ہیں۔ باوجود مال ملک، عمارات کے بھی یہ امت گھٹتی اور گرتی جارہی ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ اس پر محنت کرنے والے، قربانی دینے والے

آج ختم ہو گئے، اللہ نے تم کو یہ توفیق عطا فرمائی کہ امت کی محنت کے لئے تم کھڑے ہوئے۔ تمہاری تھوڑی محنت سے نمازیں قائم ہوئیں۔ حج کے صحیح ہونے کی شکلیں پیدا ہوئیں اس کا شکر ادا کرو اور امت کا درد اپنے دل میں پیدا کرو، امت کے لئے آنسو بہاؤ، روؤ اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔ امت پر محنت کرنے والا ہر سطح پر اپنے کو قصور وار قرار دے اور آئندہ کے لئے اور زیادہ کرنے کے فیصلے کرے، پچھلی پر روئے اور آگے کو صحیح چلنے کا پورا عزم کرے تو اگر بالکل بھی کرنیوالا نہیں تو اس طرح دعا قبول ہو گی۔ جیسے کرنیوالوں کی، جو محنت کرنیوالے ہیں وہ اپنی محنت کی کوتاہیوں کی معافی مانگیں کہ ہم نے چل پھر کر جتنی محنت کرنی چاہئے تھی نہ کی کہ امت کے اندر یقین، اعمال، علم اور معاشرت درست ہو جائیں، چاہیئے تو یہ تھا کہ اس راہ میں ہم اپنا پورا مال لٹا دیتے، جانیں جھونک دیتے۔ جس طرح حضورؐ نے اپنا مال لٹایا اور اپنی جان جھونکی۔ حضورؐ کے پاس بہت مال آیا، لیکن سب امت پر لٹا دیا اور خود فاقے برداشت کئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے آخر وقت میں حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ حضرتؐ کے پاس بہت مال آئے لیکن ہم پر لگا دیئے کھانے آئے تو ہم کو کھلا دیئے۔ پھر ہم آپؐ کے دیئے ہوئے مال اور کپڑوں اور کھانوں میں سے جا کر آپؐ کو دیتے۔ حضورؐ کا فقر اختیاری تھا، اضطراری نہیں تھا۔ جو کچھ آتا امت پر لگا دیتے، نہ اپنا مکان بنایا، نہ کھانے پینے پر لگایا۔ حضورؐ کی محنت ہمیں قصور وار قرار دے گی کہ ہم اس طرح محنت نہ کر سکے۔ ہم یہ نہ سمجھیں کہ دوسروں نے محنت نہیں کی اور وہ قصور وار نہیں۔ بلکہ ہم زیادہ قصور وار ہیں کہ ہم نے اس محنت کو کچھ کیا اور پھر سمجھا بھی، اس طرح نہ کر سکے جیسا اس کا حق تھا۔ ہم زیادہ قصور وار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم کچھ بھی نہیں کر رہے۔ کرنیوالے پہلے کر گئے، اس پر بہت استغفار اور رونا دھونا ہو کہ ہم اس کام کی شرائط پر بہت خام ہیں اور آئندہ کے لئے اللہ سے پوری توفیق مانگی جائے کہ ہم اس قابل نہیں کہ حق ادا کر سکیں۔ ہمارا استحقاق نہیں مگر آپ اپنے کرم سے پچھلا قبول فرمالیں اور آگے کو زیادہ کرنے اور حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما دیں۔ پھر دعا مانگی جائے کہ حضورؐ اور ان کے ساتھیوں کی طرح اللہ ہم کو محنت کی توفیق عطا فرمائے، کہیں یہ ہماری محنتیں ملک و مال پر نہ پڑ جائیں، بلکہ ہم دنیا میں سے اس کا کچھ بھی بدلہ نہ لینے والے بنیں اور

سارے انعامات آخرت میں چاہیں۔ جنھوں نے سب سے زیادہ کیا وہ مال آنے پر بھی ویسے رہے۔ جیسے پہلے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ ایک بیوہ عورت کی بکری کا جاکر دودھ روزانہ نکالا کرتے تھے۔ آپ جب خلیفہ بنے تو عورت کی لڑکی نے کہا کہ اب آپ دودھ نہیں نکالا کریں گے۔ حضرت ابو بکرؓ روئے اور فرمایا کہ امید ہے میں ایسا ہی رہوں گا، جیسے پہلے تھا۔ حضرت عمرؓ نے ایک اپاہج بڑھیا چھانٹی جس کا کوئی خبر گیر نہیں تھا۔ اس کے گھر آئے تو سب کام ہوا ہوا ملا۔ پھر آئے پھر کام ہوا ہوا تھا۔ تیسرے دن بہت سویرے آئے تو دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے، اس کا پاخانہ صاف کیا، اس کو کھانا دیا، اسکا گھر صاف کیا۔ حضرت عمرؓ کی زبان سے نکلا اے ابو بکر خدا کی قسم میں تم سے آگے نہیں بڑھ سکتا، جیسے حضورؐ کی زندگی میں تھے ویسے ہی دنیا سے گئے اور وہ کیا ایک پوری قوم ایسی تھی جس سے یہ مجاہدہ کرایا تھا کہ دنیا میں کچھ لینا نہیں صرف آخرت میں ملیگا۔ آج امت کو ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو یہ کہے کہ ہم نہ ملک لیں، نہ مال لیں، نہ عزت چاہیں بس حضورؐ کی امت کو مصیبت میں سے نکلوانے کے لئے محنت کریں، قربانی دیں اور قیامت کے دن حضورؐ سے جاکر کہیں۔

اگر ایسے لوگ پیدا ہو جائیں تو امت کی مصیبتوں کا خاتمہ ہو جائے اور امت چمک جائے جو تمہارے پاس ہے وہ لگا دو۔ کمائیاں چھڑانا مقصود نہیں، کمائیاں کرتے رہو اور جو زیادہ سے زیادہ ہو سکتا ہے اپنی جان اور مال امت کے اوپر لگاتے رہو۔

پہلے اپنے قصوروں کی معافی مانگو۔ پھر آئندہ کی توفیق اور امت کے لئے زیادہ سے زیادہ قربانی دینے کو امت کی ہدایت کو اللہ سے مانگو۔ گرد و غبار نے امت کی محبت کی چنگاریوں کو دبا رکھا ہے۔ اللہ سے مانگو کہ وہ اس غبار کو ہٹائے اور اس چنگاری کو بڑھائے۔ کفار بھی امت دعوت ہیں۔ ان کے لئے بھی دعائیں کرنی ہیں اگر اپنے مسلمان بھائیوں کی بے دینی کی وجہ سے ہم ان میں اب تک دعوت کا کام شروع نہیں کر سکے لیکن ہم پر ان کا بھی حق ہے ان کی ہدایت کی بھی دعا کرو۔ ساتھ ساتھ وہ کفار جو شریر ہیں اور شرارت کے ناکے ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے ان کی تباہی کی دعائیں بھی مانگو۔

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی

ایک اہم تقریر

یہ تقریر میاں جی محمد عیسٰی کی بیاض سے لفظ بہ لفظ نقل کی گئی ہے

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

بھائی دوستو! بڑی دقت کی بات یہ ہے کہ اپنی غلط کاری کی بنا پر ہمارا ذہن انفرادی بن چکا ہے دین کے بارے میں بھی اور دنیا کے بارہ میں بھی، یہاں کے بارہ میں بھی اور آخرت کے بارہ میں بھی۔ ذہن یہ بن گیا کہ بس اپنی ذات والے حال میں لگا رہے۔ خواہ دین کا حال ہے یا دنیا کا، اس سے اپنا مسئلہ درست ہو جاوے گا، حالانکہ شخصی احوال پر طاقت خرچ کرنے سے بلا و مصیبت کم نہیں ہوتی بلکہ اضافہ ہی ہوتا ہے اجتماعی احوال کو جب تک ٹھیک نہ بنایا جاوے اس وقت تک شخصی حالات درست ہونا مشکل ہے۔ اگر اجتماعی زندگی کی خرابی پر کوئی اجتماعی مصیبت آپڑے تو پھر ہر کسی کی شخصی بھی بگڑتی چلی جاوے گی، اور اس کے برعکس اگر اجتماعی زندگی کو بہتر بنانے کی سعی کی جارہی ہوگی، تو ایک ایک شخص کا انفرادی مسئلہ بھی بہتر ہوتا چلا آوے گا جب کسی قوم، ملک یا امت کا اجتماعی مسئلہ بگڑا ہوا ہو اور طاقت اس کی درستگی پر لگائی جاوے تو وہ اجتماعی بھی درست ہو جاتا ہے اور ہر کسی کا شخصی بھی درست ہو جاتا ہے۔ ہمیں غلط فہمی ہوتی ہے کہ فلاں تدبیر کے نہ کرنے کیوجہ سے معاملہ بگڑا ہے حالانکہ ہمارے ایک ایک مسئلہ کا بگڑنا اور بننا اجتماعی مسئلہ کے ساتھ ہے۔ ہاں اگر تھوڑے سے آدمی اجتماعی مسئلہ پر طاقت لگا دیں تو سب کے مسائل اجتماعی اور انفرادی درست ہو جاویں گے اور اگر کچھ لوگ بھی پوری قوم میں سے اس کا فکر رکھنے والے نہ ہوئے تو اجتماعی کیساتھ ہر کسی کا شخصی مسئلہ بھی بگڑ جائے گا اور سوائے حسرت و یاس کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اجتماعی مسئلہ کے بگڑنے کی صورت میں اگر قوم کے اولیاء اللہ اس کے سدھار کیلئے راتوں کو رو رو کر بھی دعائیں کریں گے تو ان کی دعائیں بھی حالات کو بہتر نہیں بنا سکتیں۔

اگر خدا تعالیٰ کے ہاں سے فیصلہ ہو جاوے کہ کسی ملک کے انسان بھوک سے مریں تو اگر بھوک سے بچنے کے لئے ایک ایک شخص پوری طرح جان بھی کھپا رہا ہو گا تب بھی ایک ایک کر کے بھوک سے ہلاک ہو جاویں گے۔ اپنی ذات کے مسئلہ میں لگ جانا ہی تو اجتماعی کے بگاڑ کا ذریعہ ہے۔ جوں جوں اپنی ذات کے لئے جان کھپا دے گا اسی قدر اجتماعی حالات بگڑتے جائیں گے اور یہاں تک بگڑیں گے کہ احادیث میں آتا ہے کہ لوگ قبروں پر سے گزرتے ہوئے حسرت کریں گے کہ کاش ہم بھی قبر میں ہوتے، آدمی آدمی کو کاٹ کر کھا جاوے گا، یہ جب ہو گا کہ ہر کسی کا جذبہ جانوروں کی طرح صرف اپنی ہی ذات کے لئے ہو، ایسے انسان انسانوں کے جامہ میں درندے ہوتے ہیں، ساری پریشانی اس وجہ سے ہے کہ وقت تو اجتماعی مسائل کے لئے قربانی دینے کا ہے اور کوشش اس بات کی کر رہے ہیں کہ اچھا ہے جب تک دوکان چلتی رہے چلاؤ۔ یا زمین میں لگا جاوے لگے رہو۔ محض اپنے لگنے سے مسائل درست نہیں ہوتے بلکہ اللہ پاک ہی بگاڑتے ہیں اور وہ ہی بناتے ہیں۔

یقین اس بات پر جمانا ہے کہ جس چیز پر اللہ پاک طاقت لگوانا چاہتے ہیں اس میں لگنے سے تو مسائل ٹھیک ہوتے ہیں اور جن مخلوقات پر انسان از خود طاقت خرچ کرتا ہے اس سے مسائل بگڑتے ہیں۔ انفرادی بھی بگڑتے ہیں اور اجتماعی بھی۔ طاقتیں جب مخلوق پر خرچ ہونے لگیں تو خدا کا غضب نازل ہوتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو ایک دوسرے کے ہمدرد ہوتے ہیں وہ جان لیوا ہو جاتے ہیں، جس طرح چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں اسی طرح حالات بھی اللہ کی مخلوق ہیں، سورج مخلوق ہے، چاند مخلوق ہے زمین و آسمان مخلوق ہیں، اور سارے جانور بھی مخلوق ہیں، حالات چیزوں کی مخلوق نہیں ہیں، حالات مستقل طور پر اللہ کی مخلوق ہیں، یہ بات نہیں کہ اگر کسی نے چاہا تو امن کر دیا اور چاہا تو فساد کر دیا۔ نہیں بلکہ یہ احوال اللہ پاک کے لانے سے ظاہر ہوتے ہیں جس طرح سورج اللہ کی مخلوق ہے اسی طرح وہ روشنی جو اس میں سے نکل رہی ہے وہ بھی اس کی مخلوق ہے۔ جب چاہتے ہیں سورج سے روشنی نکالتے ہیں اور جب چاہتے ہیں سلب فرما لیتے ہیں۔ کسی ہتھیار سے آدمی نہیں مرجاتا بلکہ جس طرح وہ آدمی اللہ کی مخلوق ہے اسی طرح اس کی موت بھی اللہ کی مخلوق ہے، جب اللہ پاک مارنا

چاہتے ہیں تو موت وقوع میں آتی ہے، اسی طرح عزت و ذلت، فقر و فاقہ وغیرہ سب اللہ پاک ہی کی مخلوق ہیں۔ ہمیں غلہ سے پیٹ کا بھرنا نظر آتا ہے اور اسی طرح سے دوسری چیزوں میں ہم غلط طور پر احوال کو دیکھنے کے عادی ہوگئے ہیں اور غلط تخیل قائم کرتے ہیں، حالانکہ قرآن پاک میں صاف صاف ارشاد ہے کہ پانی ہم اتارتے ہیں کھیتی ہم اگاتے ہیں۔ ایک عورت اگر خدا کی مخلوق ہے تو اس کے اندر میں جو بچہ ہے وہ بھی اللہ ہی کی مخلوق ہے مخلوق کسی وقت خالق نہیں بن جاتی جو اول چیز کو بنانے والا ہے، دوسری کو بھی وہی بنا دے گا (کسی مخلوق کو مخلوق میں سے ظاہر ہوتا) دیکھ کر (اس مخلوق پر) طاقت خرچ ہوگی تو مسئلہ بگڑے گا۔ روٹی کھانے میں پیٹ بھرنا (یعنی پیٹ بھرنے کی لازمی خاصیت) نہیں ہے حضرت معاویہؓ فرماتے تھے کہ کبھی میری یہ حالت تھی کہ روٹی کھاتے کھاتے میرا جبڑا دکھ جاتا تھا اور پیٹ نہیں بھرتا تھا۔

جو کچھ بھی ہے زمین سے لے کر آسمان تک اور جو اس وقت موجود ہے، اور جو آگے آنے والا ہے، ساری ہی چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں اور سارے احوال بھی اس کے مخلوق ہیں، تو بس جب کچھ لینا ہو اس کے لینے کے لئے اللہ ہی پر طاقت صرف کی جائے۔ اگر خوف سے گھبراہٹ ہے تو بھی رابطہ اللہ پاک سے ہی پیدا کیا جاوے۔ جس خوف کو اللہ پاک سے ہٹواؤ گے وہ ہمیشہ کے لئے ہٹ جاوے گا اگر مخلوق پر طاقت صرف کر کے کوئی چیز حاصل کی تو وجود تو اس کا بھی اللہ ہی کے پیدا کرنے سے ہوگا تاہم مخلوق کے واسطے آنے کی صورت میں وہ فانی ہوگی جو شخص اللہ سے نہ لے بلکہ مخلوق سے لے تو بہت ہی پچھتانا پڑے گا اس لئے کہ جو مخلوق مخلوق میں سے آئے گی وہ فانی ہوگی اور اس کے فنا پر حسرت و افسوس ہوگا اور جو چیز اللہ سے آئے گی وہ ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ لا الہ الا اللہ کا مطلب یہی ہے کہ تمام مسائل کو ایک ذات باری تعالےٰ سے ہی حل کرانا ہے، لہٰذا وہ تدابیر اختیار کرو جو اس سے لینے کی ہیں۔ اگر خدا تعالےٰ سے لینے کی تدابیر اختیار کی جائیں گی تو دنیا میں بھی ملے گا اور آخرت میں بھی۔ غیر خدا پر طاقت لگا کر ہم جو سمجھ رہے ہیں کہ چیزوں سے کچھ پیدا ہو رہا ہے تو اس میں شرک کی بو آتی ہے۔

کوئی مخلوق اللہ پاک کے حکم کے بغیر کچھ دے نہیں سکتی۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ بتلایا گیا ہے کہ مخلوقات میں کچھ نہ سمجھے بلکہ عقیدہ رکھے کہ اللہ ہی کرنے والے ہیں۔ اسی کو توحید کہتے ہیں جس طرح مخلوق سے فائدہ اٹھانے کی تدابیر ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ سے لینے کی بھی تدابیر ہیں، سارے احکامات بعد کو آتے ہیں، پہلا حکم یہ ہے کہ اللہ پاک پر یقین پیدا ہو جائے اور اسی کے پیدا کرنے کے لئے انسانوں میں کوشش کی جاوے اس سلسلہ میں اگر تھوڑا سا یہاں خوف برداشت کر لیا جائے گا تو ہمیشہ کے خوف سے چھٹکارا ہو جائے گا، تھوڑی سی بھوک و پیاس برداشت کر لی جائے گی تو ہمیشہ کی بھوک و پیاس سے نجات مل جاوے گی، تھوڑا وقت بیوی بچوں کی جدائی میں گذر گیا تو ہمیشہ کا ساتھ نصیب ہوگا۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے تھوڑے دن بھوک پیاس برداشت کی تو اس دنیا میں بھی بڑی بڑی سلطنتوں کے دبے ہوئے خزانے تک ان کے پیروں میں آپڑے، ضرورت ہے کہ ذاتی تاثر کسی چیز کا نہ رہے، تب ہی ملک و مال کے فتنوں سے بچاؤ ہو سکتا ہے اور اللہ کے لئے ہر کسی سے معاملہ کرنا آجاوے، جب روپیہ نہ ہو تو بھی متأثر نہ ہو اور جب روپیہ آجائے تو اس سے بھی متأثر نہ ہو۔ ایسے ہی لوگ صالح ہیں جو مخلوق کا تأثر ختم کر دیں۔ غرضیکہ اس وقت کے بگاڑ کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہم سب جو اللہ پاک کے حکموں پر جان کھپانے والے ہوتے وہ مخلوق پر جان کھپانے اور اسی سے لینے کے غلط تصور کے عادی ہو گئے، اللہ پاک کے حکموں پر جان کھپانے پر جس قدر اللہ کی مددوں کا یقین ہوگا اسی قدر غیب سے دروازے کھلتے جاویں گے اگر خدا کے دین کے لئے جان کھپانے والوں کی مقدار بڑھے اور اس پر یقین ہو تو چونکہ ساری مخلوقات اللہ کی ذات سے وابستہ ہے۔ ہماری مرغوبات ہوں یا مکروہات اللہ ہی کی طرف سے ہیں۔ جب یہ بات ہے تو دنوں کو پوری طرح مخلوق میں اللہ پاک کا یقین پیدا کرنے کے لئے ٹھوکریں کھائیں اور راتوں کو اس کی جناب میں پوری طرح گریہ وزاری سے دعائیں مانگیں تو انشاء اللہ ہر طرح اجتماعی وانفرادی احوال درست اور موافق ہو جائیں گے۔

ایک اہم تقریر

مسلمانوں کو اُمّت بننے کی دعوت

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے وصال سے تین دن پہلے یعنی ۲۶ر ذیقعدہ (مطابق ۳۰ر مارچ) منگل کے دن، بعد نماز فجر رائیونڈ (ضلع لاہور) میں ایک اہم تقریر فرمائی تھی ریہ آپ کی زندگی کی اہم آخری تقریر تھی، ہمیں یہ تقریر مولانا عبدالعزیز صاحب کھلنوی کے ذریعہ حاصل ہوئی ہے۔

دیکھو میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، ساری رات مجھے نیند نہیں آئی، اس کے باوجود ضروری سمجھ کے بول رہا ہوں، جو سمجھ کے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے چمکائے گا ورنہ اپنے پاؤں پہ کلہاڑی مارے گا۔

یہ امت بڑی مشقت سے بنی ہے اس کو امت بنانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں اور ان کے دشمنوں یہود و نصاریٰ نے ہمیشہ اس کی کوششیں کی ہیں کہ مسلمان ایک امت نہ رہیں بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوں، اب مسلمان اپنا امت پنا (یعنی امت ہونے کی صفت) کھو چکے ہیں، جب تک یہ امت بنے ہوئے تھے چند لاکھ ساری دنیا پر بھاری تھے۔ ایک پکا مکان نہیں تھا مسجد تک پکی نہیں تھی، مسجد میں چراغ تک نہیں جلتا تھا، مسجد نبوی میں ہجرت کے نویں سال چراغ جلا ہے۔ سب سے پہلا چراغ جلانے والے تمیم داری رضی اللہ عنہ ہیں وہ سنہ ۹ھ میں اسلام لائے ہیں۔ اور سنہ ۹ھ تک قریب قریب سارا عرب اسلام میں داخل ہو چکا تھا مختلف قومیں، مختلف زبانیں، مختلف قبیلے ایک امت بن چکے تھے تو جب یہ سب کچھ ہو گیا۔ اس وقت مسجد نبوی میں چراغ جلا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو نور ہدایت لے کر تشریف لائے تھے وہ پورے عرب میں بلکہ اس کے باہر بھی پھیل چکا تھا اور امت بن چکی تھی، پھر یہ امت دنیا میں اٹھی جدھر کو نکلی ملک کے ملک

پیروں میں گرے۔ یہ امت اس طرح بنی تھی کہ ان کا کوئی آدمی اپنے خاندان، اپنی برادری اپنی پارٹی، اپنی قوم اپنے وطن، اپنی زبان کا حامی نہ تھا، مال وجائداد اور بیوی بچوں کی طرف دیکھنے والا بھی نہ تھا بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ و رسولؐ کیا فرماتے ہیں، امت جب ہی بنتی ہے۔ جب اللہ و رسولؐ کے حکم کے مقابلہ میں سارے رشتے اور سارے تعلقات کٹ جائیں۔ جب مسلمان ایک اُمت تھے تو ایک مسلمان کے کہیں قتل ہوجانے سے ساری امت ہل جاتی تھی اب ہزاروں لاکھوں کے گلے کٹتے ہیں اور کانوں پہ جوں نہیں رینگتی۔

اُمت کسی ایک قوم اور ایک علاقہ کے رہنے والوں کا نام نہیں ہے بلکہ سیکڑوں ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جُڑ کر امت بنتی ہے، جو کوئی کسی ایک قوم یا ایک علاقہ کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے وہ امت کو ذبح کرتا ہے اور اس کے ٹکڑے کرتا ہے اور حضورؐ کی اور صحابہؓ کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے۔ امت کو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پہلے خود ہم نے ذبح کیا ہے۔ یہود و نصاریٰ نے تو اس کے بعد کٹی کٹائی امت کو کاٹا ہے اگر مسلمان اب پھر امت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان کا بال بیکا نہیں کرسکتیں۔ ایٹم اور راکٹ ان کو ختم نہیں کرسکیں گے لیکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم اُمت کے ٹکڑے کرتے رہے تو خدا کی قسم تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچاسکیں گی۔

مسلمان ساری دنیا میں اس لئے پٹ رہا اور مر رہا ہے کہ اُس نے اُمت پنے کو ختم کر کے حضورؐ کی قربانی پر پانی پھیر دیا ہے۔ میں یہ دل کے غم کی باتیں کہہ رہا ہوں، ساری تباہی اس وجہ سے ہے کہ امت امت نہ رہی بلکہ یہ بھی بھول گئے کہ امت کیا ہے اور حضورؐ نے کس طرح امت بنائی تھی۔

امت ہونے کے لئے اور مسلمان کے ساتھ خدائی مدد ہونے کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ مسلمانوں میں نماز ہو، ذکر ہو، مدرسہ ہو، مدرسہ کی تعلیم ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل ابن ملجم ایسا نمازی اور ایسا ذاکر تھا کہ جب اس کو قتل کرتے وقت غصہ میں بھرے لوگوں نے اس کی زبان کاٹنی چاہی تو اس نے کہا سب کچھ کرلو لیکن میری زبان مت کاٹو تاکہ زندگی کے آخری سانس تک میں اس سے اللہ کا ذکر کرتا رہوں۔ اس کے باوجود حضورؐ نے فرمایا کہ علیؓ کا قاتل میری امت کا سب سے زیادہ شقی اور بدبخت

ترین آدمی ہوگا، اور مدرسہ کی تعلیم تو ابوالفضل اور فیضی نے بھی حاصل کی تھی اور ایسی حاصل کی تھی کہ قرآن پاک کی تفسیر بے نقط لکھدی، حالانکہ انھوں نے ہی اکبر کو گمراہ کر کے دین کو برباد کیا تھا۔ تو جو باتیں ابن ملجم اور ابوالفضل فیضی میں تھیں وہ امت بننے کے لئے اور خدا کی غیبی نصرت کے لئے کیسے کافی ہو سکتی ہیں؟

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے ساتھی دینداری کے لحاظ سے بہترین مجموعہ تھے، وہ جب سرحدی علاقے میں پہنچے اور وہاں کے لوگوں نے ان کو اپنا بڑا بنا لیا تو شیطان نے وہاں کے کچھ مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ یہ دوسرے علاقے کے لوگ، ان کی بات یہاں کیوں چلے۔ انھوں نے ان کے خلاف بغاوت کرائی، انکے کتنے ہی ساتھی شہید کر دیئے گئے اور اس طرح خود مسلمانوں نے علاقائی بنیاد پر امت پنے کو توڑ دیا، اللہ نے اس کی سزا میں انگریزوں کو مسلط کیا۔ یہ خدا کا عذاب تھا۔

یاد رکھو میری قوم اور میرا علاقہ اور میری برادری یہ سب امت کو توڑنے والی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ باتیں اتنی ناپسند ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ جیسے بڑے صحابی سے اس بارہ میں جو غلطی ہوئی (جو اگر دب نہ گئی ہوتی تو اس کے نتیجہ میں انصار اور مہاجرین میں تفریق ہو جاتی)، اُس کا نتیجہ حضرت سعدؓ کو دنیا ہی میں بھگتنا پڑا۔ روایات میں یہ ہے کہ ان کو جنات نے قتل کر دیا اور مدینہ میں یہ آواز سنائی دی اور بولنے والا کوئی نظر نہ آیا۔

لہ قتلنا سید الخزرج سعد بن عبادہؓ رمیناہ بسہم فلم یخط فوادہ

اس واقعہ نے مثال قائم کر دی اور سبق دیا کہ اچھے سے اچھا آدمی بھی اگر قومیت یا علاقہ کی بنیاد پر اُمت پنے کو توڑے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کے رکھدے گا۔

اُمت جب بنے گی جب امت کے سب طبقے بلا تفریق اُس کام میں لگ جائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دے کے گئے ہیں اور یاد رکھو امت پنے کو توڑنے والی چیزیں معاملات اور معاشرت کی خرابیاں ہیں، ایک فرد یا طبقہ جب دوسرے کیساتھ ناانصافی اور ظلم کرتا ہے اور اس کا پورا حق اس کو نہیں دیتا یا اس کو تکلیف پہنچاتا ہے یا اس کی تحقیر اور بے عزتی کرتا ہے تو تفریق پیدا ہوتی ہے اور امت پنا ٹوٹتا ہے، اس لئے میں کہتا ہوں کہ صرف کلمہ

لہ ترجمہ: ہم نے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو ہلاک کر دیا ہم نے اسکو تیر کا نشانہ بنایا جو ٹھیک اسکے دل پر لگا

اور تسبیح سے امت نہیں بنے گی، امت معاملات اور معاشرت کی اصلاح سے اور سب کا حق ادا کرنے اور سب کا اکرام کرنے سے بنے گی بلکہ جب بنے گی جب دوسروں کے لئے اپنا حق اور اپنا مفاد قربان کیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنا سب کچھ قربان کر کے اور اپنے پر تکلیفیں جھیل کے اس امت کو امت بنایا تھا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک دن لاکھوں کروڑوں روپے آئے ان کی تقسیم کا مشورہ ہوا۔ اس وقت امت بنی ہوئی تھی، یہ مشورہ کرنے والے کسی ایک ہی قبیلہ یا ایک ہی طبقہ کے نہ تھے بلکہ مختلف طبقوں اور قبیلوں کے وہ لوگ تھے، جو حضورؐ کی صحبت کے اعتبار سے بڑے اور خواص سمجھے جاتے تھے، انھوں نے مشورہ سے باہم طے کیا کہ تقسیم اس طرح پر ہو کہ سب سے زیادہ حضورؐ کے قبیلہ والوں کو دیا جائے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے قبیلہ والوں کو، پھر حضرت عمرؓ کے قبیلہ والوں کو۔ اس طرح حضرت عمرؓ کے اقارب تیسرے نمبر پر آئے۔ جب یہ بات حضرت عمرؓ کے سامنے رکھی گئی تو آپ نے اس مشورہ کو قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ اس امت کو جو کچھ ملا ہے اور مل رہا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اور آپؐ کے صدقے میں مل رہا ہے، اس لئے بس حضورؐ ہی کے تعلق کو معیار بنایا جائے جو نسب میں آپؐ سے زیادہ قریب ہوں ان کو زیادہ دیا جائے جو دوم، سوم، چہارم نمبر پر ہوں ان کو اسی نمبر پر رکھا جائے، اس طرح سب سے زیادہ بنی ہاشم کو دیا جائے، اس کے بعد بنی عبد مناف کو، پھر قصیٰ کی اولاد کو، پھر کلاب کو، پھر کعب کو، پھر مرّہ کی اولاد کو، اس حساب سے حضرت عمرؓ کا قبیلہ بہت پیچھے پڑجاتا تھا اور اس کا حصہ بہت کم ہوجاتا تھا۔ مگر حضرت عمرؓ نے یہی فیصلہ کیا اور مال کی تقسیم میں اپنے قبیلہ کو اتنے پیچھے ڈالدیا اسطرح بنی تھی یہ اُمت!

امت بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سب کی یہ کوشش ہو کہ آپس میں جوڑ ہو پھوٹ نہ پڑے، حضورؐ کی ایک حدیث کا مضمون ہے کہ قیامت میں ایک آدمی لایا جائیگا جس نے دنیا میں نماز، روزہ، حج، تبلیغ سب کچھ کیا ہوگا مگر وہ عذاب میں ڈالا جائے گا، کیونکہ اس کی کسی بات نے امت میں تفریق ڈالی ہوگی، اس سے کہا جائے گا پہلے اپنے اس ایک لفظ کی سزا بھگت لے جس کی وجہ سے امت کو نقصان پہنچا، اور ایک دوسرا آدمی ہوگا جس کے پاس، نماز، روزہ، حج وغیرہ کی بہت کمی ہوگی اور وہ خدا کے عذاب سے

بہت ڈرتا ہوگا۔ مگر اس کو بہت ثواب سے نوازا جائے گا، وہ خود پوچھے گا کہ یہ کرم میرے کس عمل کی وجہ سے ہے اس کو بتایا جائے گا کہ تو نے فلاں موقع پر ایک بات کہی تھی جس سے امت میں پیدا ہونے والا ایک فساد رک گیا اور بجائے توڑ کے جوڑ پیدا ہوگیا یہ سب تیرے اسی لفظ کا صلہ اور ثواب ہے۔

امت کے بنانے اور بگاڑنے میں جوڑنے اور توڑنے میں سب سے زیادہ دخل زبان کا ہوتا ہے، یہ زبان دلوں کو جوڑتی بھی ہے اور پھاڑتی بھی ہے زبان سے ایک بات غلط اور فساد کی نکل جاتی ہے اور اس پر لاٹھی چل جاتی ہے اور پورا فساد کھڑا ہوجاتا ہے اور ایک ہی بات جوڑ پیدا کر دیتی ہے اور پھٹے ہوئے دلوں کو ملا دیتی ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ زبانوں پر قابو ہو اور یہ جب ہوسکتا ہے جب بندہ ہر وقت اس کا خیال رکھے کہ خدا ہر وقت اور ہر جگہ اس کے ساتھ ہے اور اس کی ہر بات کو سن رہا ہے۔

مدینہ میں انصار کے دو قبیلے تھے اوس اور خزرج ان میں پشتوں سے عداوت اور لڑائی چلی آرہی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے اور انصار کو اسلام کی توفیق ملی تو حضورؐ کی اور اسلام کی برکت سے ان کی پشتوں کی لڑائیاں ختم ہوگئیں اور اوس وخزرج شیر وشکر ہوگئے۔ یہ دیکھ کر یہودیوں نے اسکیم بنائی کہ کسی طرح ان کو پھر سے لڑایا جائے۔ ایک مجلس میں جس میں دونوں قبیلوں کے آدمی موجود تھے۔ ایک سازشی آدمی نے اُن کی پرانی لڑائیوں سے متعلق کچھ شعر پڑھ کے اشتعال پیدا کر دیا، پہلے تو زبانیں ایک دوسرے کے خلاف چلیں، پھر دونوں طرف سے ہتھیار نکل آئے۔ حضورؐ سے کسی نے جا کر کہا۔ آپؐ فوراً تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے ہوتے ہوئے تم آپس میں خون خرابہ کروگے، آپؐ نے بہت مختصر مگر درد سے بھرا ہوا خطبہ دیا، دونوں فریقوں نے محسوس کر لیا کہ ہمیں شیطان نے ورغلایا، دونوں روئے اور گلے ملے اور یہ آیتیں نازل ہوئیں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝ الخ

"اے مسلمانو خدا سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنا چاہیئے اور مرتے دم تک پورے پورے مسلم اور خدا کے فرمانبردار بندے بنے رہو" جب آدمی ہر وقت خدا کا خیال رکھے گا اس کے قہر وعذاب سے ڈرتا رہے گا اور ہر دم اس کی تابعداری کرے گا

توشیطان بھی اسے نہیں بہکا سکے گا۔ اور اُمت پھوٹ سے اور ساری خرابیوں سے محفوظ رہے گی۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا "اور اللہ کی رسّی کو یعنی اس کی کتاب پاک اور اس کے دین کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رہو یعنی پوری اجتماعیت کے ساتھ اور اُمت پنے کی صفت کے ساتھ سب مل جل کر دین کی رسّی کو تھامے اور اس میں لگے رہو اور قوم کی بنیاد پر یا علاقہ کی بنیاد پر یا زبان کی بنیاد پر، یا کسی اور بنیاد پر ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو اور اللہ کے اس احسان کو نہ بھولو کہ اُس نے تمہارے دلوں کی وہ عداوت اور دشمنی ختم کر کے جو پشتوں سے تم میں چلی آرہی تھی تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تمہیں باہم بھائی بھائی بنا دیا اور تم آپس میں لڑتے وقت دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے بس گرنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو تھام لیا اور دوزخ سے بچا لیا۔"

شیطان تمہارے ساتھ ہے اس کا علاج یہ ہے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جس کا موضوع ہی بھلائی کی اور نیکی کی طرف بلانا اور ہر برائی اور ہر فساد سے روکنا ہو۔ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ اُمت میں ایک گروہ وہ ہو جس کا کام اور موضوع ہی یہ ہو کہ وہ دین کی طرف اور ہر قسم کے خیر کی طرف بلائے۔ ایمان کے لئے اور خیر اور نیکی کے راستہ پر چلنے کے لئے محنت کرتا رہے، نمازوں پر محنت کرے، ذکر پر محنت کرے۔ حضورؐ کے لائے ہوئے علم پر محنت کرے، برائیوں اور معصیتوں سے بچانے کے لئے محنت کرے اور ان محنتوں کی وجہ سے اُمت ایک اُمت بنی رہے۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ "جو لوگ ان ہدایتوں کے بعد بھی شیطان کی پیروی کر کے اور الگ الگ ہو کر چل کے اختلاف پیدا کریں گے اور امت کے امت پنے کو توڑیں گے تو ان پر خدا کی سخت مار پڑے گی (اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○)

دین کی ساری تعلیم اور ساری چیزیں جوڑنے والی اور جوڑنے کے لئے ہیں نماز میں جوڑ ہے، روزہ میں جوڑ ہے، حج میں قوموں اور ملکوں اور مختلف زبان والوں کا جوڑ

ہے تعلیم کے حلقے جوڑنے والے ہیں، مسلمانوں کا اکرام اور باہم محبت اور تحفہ تحائف کا لین دین یہ سب جوڑنے والی اور جنت میں لے جانے والی چیزیں ہیں اور قیامت میں ان اعمال کیلئے محنتیں کرنے والوں کے چہرے نورانی ہوں گے اور ان کے برخلاف باہم بغض وحسد غیبت چغلخوری، توہین وتحقیر اور دل آزاری یہ سب پھوٹ ڈالنے والے اور توڑنے والے اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال ہیں اور ان اعمال والے آخرت میں روسیاہ ہوں گے

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ "جنھوں نے پھوٹ ڈال کے اور پھوٹ والے اعمال کر کے امت کو توڑا ہوگا، وہ قیامت کے دن قبروں سے کالے منہ اٹھیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم نے ایمان واسلام کے بعد کفر والوں کا طریقہ اختیار کیا، اب تم یہاں دوزخ کا عذاب چکھو اور جو ٹھیک راستے پر چلتے رہے ہوں گے ان کے چہرے نورانی اور چمکتے ہوئے ہوں گے اور وہ ہمیشہ اللہ کی رحمت میں اور جنت میں رہیں گے۔"

میرے بھائیو دوستو! یہ سب آیتیں اس وقت اتری تھیں، جب یہود نے انصار میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی تھی اور ان کے دو قبیلوں کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کر دیا تھا۔ ان آیتوں میں مسلمانوں کی باہمی پھوٹ اور لڑائی کو کفر کی بات کہا گیا ہے اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ آج ساری دنیا میں امت بنا توڑنے کی محنت چل رہی ہے اس کا علاج اور توڑ یہی ہے کہ تم اپنے کو حضورؐ والی محنت میں لگا دو، مسلمانوں کو مسجدوں میں لاؤ، وہاں ایمان کی باتیں ہوں، تعلیم اور ذکر کے حلقے ہوں، دین کی محنت کے مشورے ہوں، مختلف طبقوں کے اور مختلف برادریوں کے اور مختلف زبانوں والے لوگ مسجد نبوی کے طریقہ پر ان کاموں میں جڑیں۔ جب امت بنا آئے گا۔ ان باتوں سے بچیں جن سے شیطان کو پھوٹ ڈالنے کا موقع ملے۔ جب تین بیٹھیں تو اس کا خیال رکھیں کہ چوتھا ہمارے ساتھ اللہ ہے، چار پانچ بیٹھیں تو ہمیشہ یاد رکھیں کہ پانچواں یا چھٹواں اللہ ہمارے ساتھ ہی موجود ہے اور وہ ہماری ہر بات سن رہا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ ہم امت بنانے کی بات کر رہے ہیں یا امت بنا توڑنے کی۔ ہم کسی کی غیبت اور چغلخوری تو نہیں کر رہے، کسی کے خلاف سازش تو نہیں کر رہے۔ یہ امت حضورؐ

کے خون اور فاقوں سے بنی تھی۔ اب ہم اپنی معمولی معمولی باتوں پر امت کو توڑ رہے ہیں، یاد رکھو نماز جمعہ چھوڑنے پر بھی اتنی پکڑ نہیں ہوگی جتنی امت کے توڑنے پر ہوگی۔ اگر مسلمانوں میں امت پنا آجائے تو وہ دنیا میں ہرگز ذلیل نہ ہوں گے، روس اور امریکہ کی طاقتیں بھی انکے سامنے جھکیں گی، اور امت پنا جب آئے گا جب "اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" پر مسلمانوں کا عمل ہو یعنی ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے مقابلہ میں چھوٹا بننے اور ذلت و تواضع اختیار کرنے کو اپنائے تبلیغ میں اسی کی مشق کرنی ہے۔ جب مسلمانوں میں "اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" والی صفت آجائے گی تو وہ دنیا میں "اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ" یعنی کافروں کے مقابلہ میں زبردست اور غالب ضرور ہوں گے چاہے وہ کافر یورپ کے ہوں یا ایشیا کے۔

میرے بھائیو دوستو! اللہ و رسولؐ نے ان باتوں سے شدت اور سختی سے منع فرمایا ہے جن سے دلوں میں فرق پڑے اور پھوٹ کا خطرہ بھی ہو، دو دو چار چار الگ کانا پھوسی کریں اس سے شیطان دلوں میں بدگمانی پیدا کر سکتا ہے اس سے منع فرمایا گیا اور اس کو شیطانی کام بتایا گیا "اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ" اسی طرح تحقیر اور استہزار اور تمسخر سے منع فرمایا گیا۔ "لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ" اس سے بھی منع فرمایا گیا کہ دوسرے کی کوئی برائی جو معلوم نہ ہو اس کو تجسس کر کے معلوم کیا جائے اور جو برائی کسی کی معلوم ہوگئی ہو اس کو دوسروں کے سامنے ذکر کرنے سے منع فرمایا گیا، اور غیبت کو حرام کیا گیا، غیبت اس کا نام ہے کہ جو واقعی برائی کسی کی معلوم ہو اس کا ذکر کسی سے کیا جائے "وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا" یہ تحقیر اور تمسخر اور تجسس اور غیبت سب وہ چیزیں ہیں جو آپس میں تفرقہ پیدا کر کے امت پنے کو توڑتی ہیں ان سب کو حرام قرار دیا گیا۔ اور ایک دوسرے کا اکرام و احترام کرنا جس سے امت جڑتی بنتی ہے اس کی تاکید فرمائی گئی اور دوسروں سے اپنا اکرام چاہنے سے منع کیا گیا، کیونکہ اس سے امت بنتی نہیں بگڑتی ہے۔ امت جب بنے جب ہر آدمی یہ طے کرے کہ میں عزت کے قابل نہیں ہوں، اس لئے مجھے عزت لینی نہیں بلکہ دوسروں کی عزت کرنی ہے اور دوسرے سب لوگ اس قابل ہیں کہ میں ان کی عزت کروں، ان کا اکرام کروں۔

اپنے نفسوں اور اپنی ذاتوں کو قربان کیا جائے گا تو امت بنے گی اور امت بنے گی

تو عزت ملے گی، عزت اور ذلت روس اور امریکہ تک کے نقشوں میں نہیں ہے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے اور اس کے ہاں اصول اور ضابطہ ہے۔ جو شخص یا قوم، خاندان، طبقہ چمکانے والے اصول اور اعمال لادے گا اس کو چمکا دیں گے جو مٹنے والے کام کرے گا اس کو مٹا دیں گے۔ یہود نبیوں کی اولاد ہیں اصول توڑے تو اللہ نے ٹھوکر مار کے اُن کو توڑ دیا۔ صحابہ کرامؓ بت پرستوں کی اولاد تھے، انہوں نے چمکانے والے اصول اختیار کیے تو اللہ نے ان کو چمکا دیا، اللہ کی رشتہ داری کسی سے نہیں ہے اس کے ہاں اصول اور ضابطہ ہے۔

دوستو! اپنے کو اس محنت پر جھونک دو کہ حضورؐ کی امت میں امت پنا آجائے، اس میں ایمان و یقین آجائے، یہ ذکر و تسبیح اور تعلیم والی، خدا کے سامنے جھکنے والی، خدمت کرنے والی، برداشت کرنے والی، دوسروں کا اعزاز و اکرام کرنے والی امت بن جائے، نجویٰ نہ کرنے والی، نافرمانی نہ کرنے والی، اپنے بھائیوں اور ساتھیوں کی تحقیر و تمسخر اور تجسس و غیبت نہ کرنے والی امت بن جائے۔ اگر کسی ایک علاقہ میں بھی یہ محنت اس طرح ہونے لگے جس طرح ہونی چاہیئے تو ساری دنیا میں بات چل پڑے۔

اب اس کا اہتمام کرو کہ مختلف قوموں، علاقوں اور طبقوں اور مختلف زبان والوں کو جوڑ جوڑ کر جماعتوں میں بھیجو اور اصول کی پابندی کراؤ۔ پھر انشاء اللہ امت بننے والا کام ہوگا۔ اور شیطان اور نفس خدا نے چاہا تو کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔"

اس کے بعد حضرت مولانا نے دیہات میں محنت کرنے اور فضا بنانے پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا۔ اور حسب معمول دُعا پر تقریر ختم ہوئی۔

پاکستان میں حضرت جیؒ کے
آخری سفر کی روداد

از: حضرت مولانا جمیل احمد صاحب میواتی خلیفہ مجاز حضرت اقدس رائپوری رحمۃ اللہ علیہ

جو واقعات میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ان کو ذکر کیا گیا ہے باقی بہت سی باتیں کسی سے نقل کی ہیں اور بہت سی باتیں مخصوص احباب کی زبانی معلوم ہوئیں۔ اس پر یہ مضمون پورا کیا گیا ہے (جمیل احمد)

ملتان کے بعد کنگن پور، ٹل، راولپنڈی کا سفر رہا۔ کنگن پور میں مجمع کافی تھا مگر دلجمعی کم تھی۔ ٹل میں حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ کی عجیب کیفیت تھی، آپ نے سادگی اور جفاکشی کو ایک نعمت فرمایا کہ اسلام کی اصل مایہ ہے۔ اور اُن کی جوانمردی پر فرمایا کہ یہ آج مال حاصل کرنے پر خرچ ہورہی ہے اس کو دین کی اشاعت پر خرچ ہونا چاہیئے تھا۔ ٹل کے سارے تاجروں نے تمام دکانیں اور بازار بند کر دیے تھے۔ راولپنڈی میں پشاور، مردان اور صوات تک سے دیہاتی طبقہ کافی آیا ہوا تھا۔ جامع مسجد صدر میں اجتماع ہوا۔ اور حسب معمول خوب بارش ہوئی رائے ونڈ میں تشریف لے گئے۔ دس پندرہ ہزار کا مجمع ہوگا۔ کھانے پینے کا نظام بھی بہت اچھا چلا۔ شہری طبقہ کافی آیا تھا۔ حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ کے بیانات بھی نرالے تھے۔

کلمہ کے نمبر کے ساتھ رب کی عبادت پر بہت زور دیا تھا۔ ایک عرب کے شیخ محمد سلیمن صاحب جو کہ دمام میونسپلٹی کے صدر ہیں۔ اور انشورنس کے محکمہ ڈائریکٹر بھی ہیں، وہ بھی بھائی عبدالستار الجبر والوں کے ساتھ رائے ونڈ پہنچ گئے تھے اُن کا بیان بھی ہوا۔ انھوں نے علماء کرام کی تعلیم کے ساتھ حلقہ میں شرکت بھی فرمائی اور بیان بھی عجیب انداز اور درد سے فرمایا کہ مختلف دوروں میں اللہ تعالیٰ مختلف شیوخ سے اپنے دین کا کام لیتے رہے اور اُس صدی میں حضرت شیخ محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے کام لیا ہے اور امت کی رہبری فرمائی ہے۔ اب مسئلہ علماء کرام کے ہاتھ میں ہے اگر آپ کھڑے ہو جائیں تو امت کی ڈوبتی کشتی سلامتی کے ساتھ منزل تک پہنچ جائے گی اور اس کام کے ظاہر ہونے کے بعد اگر اس میں غفلت ہوئی تو خطرہ عظیم ہے۔ علماء کرام کے مجمع کو خوب رُلایا اور خود بھی روئے۔

تین چار مختلف کالجوں کے طلبا ربھی آئے ہوئے تھے۔ اُن سے خالد صاحب لیکچرار علی گڈھ یونیورسٹی نے خصوصی بات چیت کی۔ طلبا ر نے بہت اچھا اثر لیا۔ انھوں نے بتلایا کہ کس طرح علی گڈھ یونیورسٹی کمیونزم کا اڈہ بنی ہوئی تھی۔ اور اب پھر کس طرح دین کی فضا اس کام کی برکت سے پیدا ہو رہی ہے اور اب کے علی گڈھ کے تمام پروفیسروں کا اجتماع ہوا اور اس میں حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ کی تقریر ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ ولایت کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ سب کچھ چھوڑ کر جنگلوں میں نکل جانا اور تزکیہ اختیار کر لینا۔ اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی طرف چلنا یہ ولایت کا ادنیٰ درجہ ہے۔ اور دوسرا ولایت کا اعلیٰ درجہ ہے۔ کہ جس شعبہ میں چل رہے ہیں اس کو ولایت والوں کی صفات سے چلانا، اس کے لئے اپنے اپنے شعبوں سے نکل کر اپنا اپنا یقین عبادت اور اخلاق بنانے کی ضرورت ہے۔ ان چیزوں کو بنا کر پھر شعبوں میں لگا جائے۔ اچھے کالج کے طلبا ر نے کثرت سے اوقات لکھائے۔ ستر جماعتیں نکلیں۔ جماعتیں رخصت ہونیکے وقت حضرت جیؒ کی رقت انگیز تقریر نے عرب شیخ تک کو رُلا دیا۔ اجتماع کے بعد جنرل صاحب کے یہاں اور عبدالرحمٰن صاحب قریشی، جی، ایم، اے، ڈی، سی کے یہاں افسروں کا اجتماع ہوا۔ دونوں جگہ ملا کر تقریباً ایک صد افسروں، کالج کے پروفیسروں نے بات کو سنا۔ لاہور میں تین شب قیام کے بعد ایک دن کے لئے نونار گاؤں نار دوال کے پاس میواتی لوگوں کا اجتماع رہا۔ اس اجتماع میں حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ نے سکرات الموت اور غمرات الموت سے بچنے کی بار بار دعا کی۔ حضرت جیؒ کو اس سے پہلے کبھی اتنی کثرت سے یہ دعا ر کرتے ہوئے نہیں سنا تھا۔ اس علاقہ کے اجتماع سے حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ بہت خوش ہوئے۔ اور علاقہ کو دعا ر بھی دی۔ اس اجتماع میں ایک پیر صاحب بھی بیعت ہوئے، عیسائی بھی شریک بیان رہے اور بہت اثر لیا۔

پھر تین دن رائے ونڈ مقام رہا اور ہر صبح مختلف ایمان افروز بیان ہوئے۔ ایک دن بیان کیا۔ امت کیسے بنی؟ اور اس کا عروج و زوال کیا ہوتا ہے؟ ایک دن فرمایا کہ کام کیا ہے؟ دعوت، نظم، ذکر و نماز کو زندہ کرنا۔ اور انتظامی امور سب اس کے تابع ہیں۔ اصل نہیں ہیں اور ان کو کام نہ بنایا جائے اور تیسرے دن یہ فرمایا۔ اس کام سے ماحول بنے گا اور کسی کے دل میں درد پیدا ہوگا اور فکر لگے گا۔ کہ یہ امت کس طرح سے یہود و نصاریٰ کے ہاتھ سے چھوٹے اور اس کی درد بھری آہ و زاری پر منجانب اللہ اس امت کے دوبارہ

چمکنے کی صورت پیدا ہوگی۔ جیسے تاتاریوں کے زمانہ میں ۲۲ لاکھ مسلمانوں میں سے ۱۸ لاکھ مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا۔ پھر حضرت شیخ المشائخ سیدنا شہاب الدین سہروردی نور اللہ مرقدہٗ کے فکر پر دروازہ کھلا۔ اکبر کے دین الٰہی پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے ہاتھوں دروازہ کھلا۔ خصوصی مجلسوں اور مشوروں میں عجیب عجیب نصیحتیں فرماتے رہے۔ طبیعت پر ۵۲ روزہ سفر مشرق و مغرب کا اثر تھا۔ کمزوری اور نقاہت کے اثرات تھے۔ دیہاتوں کے کام کے بڑھانے پر خصوصی زور دیا اور فرمایا آئندہ سال ہمارے سفر میں اجتماعات کو دیہاتوں میں رکھا جائے اور شہری طبقہ کو دیہات کی فضا میں لاکر بات سنائی جائے۔ سرحدی علاقہ میں کام کو بڑھایا جائے اور مشرقی پاکستان میں کوشش کو بڑھایا جائے اور اسلامی ممالک میں جماعتوں کو بھیجا جائے۔ یہ خصوصی تقاضے بیان فرمائے شفقت بہت تھی۔ جمعرات یکم اپریل کو ، عصر بلال پارک میں پڑھی۔ بدھ کے روز سے گلے سے معدہ تک سانس کی نالی میں چبھن کی شکایت کرتے رہے۔ اس دن بیان فرمانے کو طبیعت آمادہ نہیں ہو رہی تھی۔ لاہور کے دوستوں نے زور دیا کہ شہری مجمع کثیر تعداد میں آیا ہوا ہے اور مسجد اوپر نیچے سے بھری ہوئی ہے۔ اور یہ اس سفر کی آخری تقریر ہوگی کیونکہ جمعہ کو ریل سے روانگی تھی طبیعت کے خلاف ہمت کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور سوا گھنٹے تک طویل تقریر فرمائی۔ آواز میں نقاہت تھی اور درد عیاں تھا۔ تقریر سے پہلے مولانا انعام الحسن سے فرمایا کہ ہماری منزل پوری ہو چکی ہے۔ انہوں نے عرض کیا ابھی تو ملکوں کے فیصلے کرانے ہیں۔ حضرت جی قدس سرہٗ نے فرمایا۔ اسکیم تو تیار ہو گئی ہے۔ اب کرنے والے کرتے رہیں گے۔ فرمایا بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کس عمر میں وصال فرمایا، عرض کیا ۶۳ سال۔ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، عرض کیا ۶۳ سال اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ، ۶۳ سال میں انتقال فرمایا کچھ دیر سکتہ فرمایا پھر فرمایا۔ ۶۳ سال ٹھیک ہے۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا یہ مشورہ کی چیز تو تھوڑی ہے کہ سب اپنے لئے طے کرلیں۔ مولوی شمس الدین قاری بدرالدین میواتی کے بھائی سے فرمایا تم سب ہندوستان چھوڑ آئے ہو۔ وہ خاموش مؤدب کھڑے رہے۔ فرمایا اچھا حضرت شیخ وہاں ہیں بہت کافی ہیں۔ پھر تقریر کے لئے تشریف لے گئے اور تقریر کے دوران پسینہ آتا رہا۔ ڈیڑھ گھنٹہ بیان فرمایا۔ تشکیل کے وقت تھک چکے تھے مگر جبر کر کے بیٹھے رہے۔ کیونکہ عزت پوری صاحب کے یہاں کا نکاح

پڑھا نا تھا اور سر سے ٹوپی اتار دی اور پسینہ پونچھتے رہے۔ ٹھنڈا پانی منگوا کر پیا۔ سانس کی نالی کی تکلیف کو اس طرح پانی پی پی کر رفع کیا کرتے تھے۔ نکاح اور دعا مختصر کروائی اور اندر سے نکل کر باہر تشریف لے آئے۔ مسجد سے نکل کر باہر تشریف لے آئے۔ مسجد سے نکل کر حاجی صاحب کی بیٹھک کے سامنے فرمایا مجھ کو سنبھالو۔ سعد بن صدیق صاحب اور ریاض لاہوری نے گلے اور کمر کو ہاتھوں سے سہارا دیا۔ بھائی یعقوب کے دروازہ میں داخل ہوتے ہی لڑکھڑائے اور غشی طاری ہوئی۔ بھائی احسان یعقوب وغیرہ کو آواز دی گئی۔ اور سب نے مل کر چارپائی پر لٹایا۔ نبض بند ہو چکی تھی۔ مولوی ضیاء الدین کے بھائی حکیم عبدالحی صاحب کو اور ان کے صاحبزادے حکیم احمد حسن صاحب تھے۔ ان کے پاس جیب میں جواہر مہرہ تھا وہ دودھ میں دیا گیا تو ہوش آیا۔ تقریباً چار پانچ منٹ بیہوش رہے تھے۔ کچھ طبیعت سنبھلی تو کرنل ضیاء اللہ صاحب کو بلایا گیا یہ ماہر قلب ڈاکٹر ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ دل کی بیماری کا شدید حملہ ہے اس سے بچ جانا ایک کرامت ہے' ہاتھ پاؤں ٹھنڈے نبض ۵۶ خون کا دباؤ ۹۰ تھا۔ ڈاکٹر نے ہسپتال کے لئے بہت اصرار کیا۔ اور قطعی حرکت سے منع کیا۔ یہاں تک کروٹ بھی خود نہ بدلیں اور کمبل بھی خود نہ لیا کریں۔ رات کے پونے تین بجے عشاء کی نماز پڑھی۔ رات بے چینی میں گذری۔ نیند کا ٹیکہ لگایا گیا۔ کچھ نیند ہوئی صبح کو اٹھے تو طبیعت میں بشاشت تھی۔ پوچھتے رہے رات کو کیا ہوا تھا۔ ایک دوست اورنگ زیب پٹھان کے علاقہ اور وہاں کے لوگوں میں کام کرنے کی اہمیت کو بتایا۔ فرمایا کہ یہ ہماری ریڑھ کی ہڈی ہے۔ حکیم عبدالحی کو فرمایا کہ جماعت لے کر جاؤ۔ رات کو ڈاکٹر صاحب نے اشارہ سے نماز پڑھنے اور مکمل آرام کرنے اور بیس یوم قیام کرنے کو فرمایا جمعہ کی صبح کو حکیم صاحب سے دریافت فرمایا گیا آپ کی بھی یہ ہی رائے ہے انھوں نے کہا کہ ہماری احباب میں بھی یہ ہی رائے مذکور ہے۔ کیونکہ حرکت ہونے سے دورہ کا پھر خطرہ ہو جاتا ہے قریشی صاحب سے فرمایا کہ آرام کے دوران میں تقریر کی سفارش تو نہ کرو گے۔ عرض کیا نہیں۔ فرمایا، اگر تمہارا کوئی خاص آدمی آگیا تو! عرض کیا گیا پھر بھی نہیں، فرمایا اگر ہمارے جی میں آگیا تو! اس پر قاری رشید صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہم سب مل کر آپ کو روک دیں گے۔

اگلے روز صبح کرنل ضیاء اللہ صاحب نے تشریف لاتے ہی پوچھا سانس کی کیفیت اور کھانسی تو نہیں ہے۔ کہا گیا نہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے زور سے الحمد للہ کہا اور کہا اتنی جلدی

صحت میں ترقی ہمارے خیال سے باہر کی چیز ہے۔
اکثر نبض ۱۳۰ رہا کرتی تھی۔ خون کا دباؤ ۲۸۰ اتھا حالت اچھی تھی۔ چائے ڈبل روٹی کھائی دل کی حرکت کا تحریری چارٹ کارڈیوگرام بھی لیا گیا۔ مرض اپنا اثر کچھ چھوڑ گیا تھا۔ اب ڈاکٹر صاحب نے ہسپتال کا زور نہیں دیا کہ ڈاکٹر اسلم صاحب نگرانی کرتے رہیں گے۔ نیند آتی اور آٹھ دس منٹ بعد اکھڑ جاتی۔ سہارنپور جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا گیا، تاکہ چند روز آرام کے بعد جائیں۔ جمعہ کا وقت ہوا تو ہم سب نماز کو چلے گئے خطبہ کے ختم ہونے پر صفیں سیدھی ہو رہی تھیں کہ بھائی خدا بخش نے ڈاکٹر محمد اسلم صاحب کو اونچی اونچی آواز دی وہ گئے سانس کی تکلیف شروع ہو چکی تھی، قاضی عبدالقادر صاحب کو بلوایا۔ ان کا ماتھا پہلے ہی ٹھنک چکا تھا۔ انہوں نے کہا وقت قریب ہے آپ پڑھیں۔ فرمایا تم بھی پڑھو۔ یہ تکلیف دوپہر دو گولیاں کھانے کے بعد شروع ہو گئی تھی فرمایا مجھے نماز پڑھاؤ اور مختصر پڑھاؤ۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے نماز پڑھائی، ڈاکٹر صاحب نے فرمایا۔ دوبارہ حملہ شروع ہو گیا ہے آکسیجن کے لئے ہسپتال لے جانا ضروری ہے۔ آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ جب حضرت مفتی زین العابدین نے فرمایا کہ حضرت عورتیں نہیں ہوں گی، تو آمادہ ہو گئے۔ اتنی میں سانس کی کھڑکھڑاہٹ شروع ہو چکی تھی۔ ربی اللہ ربی اللہ فرما رہے تھے۔ مولوی الیاس نے بتایا کہ شام کی دعائیں پڑھنی شروع کر دیں (سُبْحَانَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ... الی آخرہ) بھائی یعقوب نے کہا، کہ ایک انگلی اٹھا کر (اَنْجَزَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ) جس دن مکہ شریف فتح ہوا تھا اس دن جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا پڑھی تھی وہ پڑھنے لگے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی دعا پڑھتے رہے۔ اور پھر کلمہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اور قریشی صاحب کی کار میں لٹایا گیا۔ اور لیٹتے وقت اپنے جسم کو اندر کار میں کھینچا جس سے مولوی الیاس صاحب کو کافی طاقت محسوس ہوئی۔ مفتی صاحب بھائی گلزار کی کار میں ڈاکٹر منیر صاحب کو آگے لے کر چلے تاکہ آکسیجن کا انتظام کریں۔ حضرت جی کی کار پیچھے آرہی تھی۔ اس میں مولانا انعام الحسن صاحب، ڈاکٹر اسلم صاحب، مولوی محمد الیاس صاحب میواتی تھے۔ ریلوے ورکشاپ کا پل پار کر کے گڑھی شاہو کے چوک کے قریب دریافت فرمایا۔ ہسپتال کتنی دور ہے عرض کیا گیا ابھی آدھا فاصلہ باقی ہے، کلمہ پڑھ رہے تھے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا اس کے بعد زبان کھول گئی آنکھیں پتھرا گئیں۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے سورۃ

یٰسین پڑھنی شروع کر دی تھی۔ بس وقت موعود آچکا تھا ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ ۲ اپریل ۱۹۶۵ء ۲ بجے دن روح مبارک پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اکیس برس جو دن رات جان کھپتی رہی، یوں اللہ کی راہ میں وطن سے دور چلی گئی۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا کہ ہسپتال مت لے جاؤ، واپس چلو۔ مگر ڈاکٹر اسلم صاحب کا خیال آکسیجن دینے کا تھا۔ پانچ چھ منٹ بعد ہسپتال آیا۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے کار میں سے نکالنے کو منع فرمایا۔ مگر ڈاکٹر اسلم کے فرمانے پر نکالا گیا۔ اور ہسپتال میں لایا گیا۔ چار پانچ منٹ دو تین ڈاکٹر آکسیجن دیتے رہے، جسم کو دباتے رہے۔ اور دو ٹیکے بھی دیئے کہ قلب کی حرکت شاید شروع ہو جائے مگر نہ ہوا۔ جب ڈاکٹر صاحب نے مایوسی کا اظہار کیا تو بعض احباب رو رہے تھے۔ مولوی الیاس صاحب اور حافظ صدیق صاحب اونچی اونچی آواز سے رو رہے تھے اور بے قابو تھے۔ مولانا انعام الحسن صاحب کی طبیعت بھی بھری ہوئی تھی مگر ضبط تھا۔ اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا پڑھتے تھے۔ اور پڑھنے کی تاکید فرماتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے ذریعے ایمبولنس گاڑی کا انتظام کروایا اور حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ کو اور دیگر احباب کو اس میں سوار کر دیا۔ اور بلال پارک پہنچے میں نے عزیز الدین صاحب کو ہسپتال ہی سے بھیج دیا تھا کہ صابری صاحب کڑی کے تاجر سہارنپور کو ٹیلیفون کے ذریعہ اطلاع بھجوادیں۔ وہ بھی ٹیلیفون کر کے آ گئے۔ انہوں نے بتلایا کہ صابری صاحب کلکتہ گئے ہیں اور عبد الحفیظ صاحب کو پیغام بھجوایا گیا۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے ٹیلیفون پر فرمایا کہ نظام الدین شریف لانے کی کوشش کی جائے اور اگر مشکل ہو تو رائے ونڈ کی کوشش کر لی جائے مختلف جگہوں پر ٹیلیفون کر دیئے گئے۔

جس وقت نعش شریف ہسپتال سے بلال پارک پہنچی۔ تو مجمع بعد نماز جمعہ جو دعائے صحت کے مانگنے میں مشغول تھا وصال کی خبر پا کر بے چین ہو گیا۔ فوراً دعائے مغفرت کے طلب میں مشغول ہو گئے۔ اگرچہ قلوب غمگین و آنکھیں اشکبار تھیں۔ مدرسہ کاشف العلوم جامع بلال پارک کے جنوبی کمرہ میں کفنانے کے لئے میت شریفہ کو رکھا گیا۔ موجودہ لوگوں میں سے میانجی عبد اللہ صاحب میواتی، جناب قاری عبد الرحیم صاحب میواتی، حافظ محمد سلیمان صاحب میواتی امام مسجد رائے ونڈ، بھائی محمد ابراہیم صاحب میواتی اور دیگر رفقاء نے مل کر غسل دیا، کفن پہنایا اور جنازہ کو زیارت کے لئے رکھ دیا گیا۔ زیارت کا یہ سلسلہ

عشار کی نماز سے پہلے تک جاری رہا۔ ریڈیو پاکستان لاہور کی مقامی خبروں میں ۹؍۵ بجے دن کو یہ خبر اندوہناک نشر کی گئی۔

سرگودھا، لائل پور، گوجرانوالہ، قصور، منٹگمری، ملتان، شیخوپورہ، سیالکوٹ سے عوام و خواص، علمار و مشائخ پہنچنا شروع ہو گئے۔ لاہور کے مدارس دینیہ کے اساتذہ، طلبار کے علاوہ درد و فکر رکھنے والوں کے علاوہ دفاتر، کالج کے پروفیسر، طلبار نیز عوام بھی کثرت سے جنازہ میں پہنچ گئے تھے۔ آن کی آن میں مسجد بلال پارک اور ملحقہ میدان بھر گیا۔ مقامی علمار میں سے حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور جانشین حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہٗ لاہور حضرت مولانا رسول خاں صاحب مدظلہ العالی اور دیگر اساتذہ کرام جامعہ اشرفیہ اور دیگر تمام دینی مدارس کے علمار حفاظ قرار شریک تھے۔ مجمع پر جو غم و رنج کا عالم طاری تھا وہ بیان سے باہر ہے۔ خبرِ وفات سن کر بھی لوگ یقین نہیں کرتے تھے کہ حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ انتقال فرما گئے ہیں۔ بلکہ اس خبر کو غلط کرنے کے لئے مختلف تاویلات کرتے تھے کہ ممکن ہے کوئی اور مولانا یوسف ہوں۔ حضرت جی تو ماشاراللہ ابھی جوان ہیں تندرست و توانا ہیں پھر اللہ پاک نے ابھی ان کو بہت دن رکھنا ہے اور بڑا کام لینا ہے۔ پھر اس کم عمری میں تو شاید ہی کسی اہلِ حق کو جاتے دیکھا ہوگا۔ مگر یہ سب تاویلات اپنی جگہ غلط ثابت ہوئیں۔ جب جنازہ کی زیارت کی تو واقعی سب نے حضرت جی مولا محمد یوسف نوراللہ مرقدہٗ ہی کو ابدی نیند میں مستغرق پایا۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ چہرۂ انور کی حالت سے قطعاً کوئی یہ نہیں پہچان سکتا تھا کہ حضرت کا وصال ہو گیا بالکل جیسا کہ سوئے ہوئے ہیں اور یہ بھی نہیں بلکہ جس طرح حیات میں دینی درد و فکر کے اثرات چہرۂ انور پر ظاہر ہوتے تھے۔ بالکل یہ حالت اس وقت بھی تھی۔ حضرت مولانا عبیداللہ انور لاہوری جنازہ کی نماز کی نیت سے بلال پارک تشریف لائے اور پھر فوراً ہی واپس گھر تشریف لے گئے یہ تشریف لے جانا اس لئے تھا کہ حجاز مقدس سے لایا ہوا عطر جو انھوں نے اپنے والد مرحوم حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری نوراللہ مرقدہٗ کی وفات کے وقت لگایا تھا اس میں سے آدھا باقی رکھا تھا اس کو لائے اور اس گنہگار کو حکم فرمایا کہ اب تو مجمع زیادہ ہے مجمع گھٹ جانے پر ہو سکے تو حضرت مولانا نوراللہ مرقدہٗ کے لگا دینا۔ الحمدللہ تحدیث نعمت کے طور پر یہ بات ذکر کرتا ہوں ورنہ کوئی اور مراد ہرگز نہیں ان گنہگار ہاتھوں نے وہ سبز رنگ کا عطر چہرۂ انور، ریش مبارک پر خوب ہی ملا۔ اور اس وقت

یہ بھی جذبہ تھا کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ مجھے اپنے اس مقبول بندے کے عطر لگانے کے ہی سبب کل قیامت میں میری بخشش فرما دیں۔ ایک بات تحدیث نعمت کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ جس طرح حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے سبب انکے مجاہدات و قربانی دینے کی برکت سے اللہ پاک نے اہل حبشہ کو اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برکت سے اہل فارس کو اسلام کی طرف پلٹا دیا ہیں تو اس میواتی قوم کے کفر و شرک کی سرحدوں سے پلٹ آنے کا سبب اور حضرت مولانا محمد الیاس نور اللہ مرقدہٗ، حضرت جی مولانا محمد یوسف نور اللہ مرقدہٗ اور اس خانوادۂ مبارک کے پچھلے بزرگوں کی توجہ کا قوم کی طرف مبذول ہونا اور قوم کا دین کی بات پر لبیک کہنا جبکہ تبلیغ کی اس تحریک کو یو، پی کے پڑھے لکھے لوگوں نے بھی اوّل اول قبول نہیں کیا صرف یہی وجہ سمجھتا ہوں کہ حضرت سید احمد شہید مجاہد عظیم نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ کریم اللہ خاں میواتی شہید، ہمت خاں میواتی شہید اور وزیر خاں میواتی شہید نے آخر دم تک ساتھ دیا بلکہ کریم اللہ خاں میواتی کو تو حضرتؒ کے ساتھ والہانہ عشق تھا۔ حضرتؒ کے ساتھ ہی ساتھ رہا۔ حتیٰ کہ جان دیدی۔ یہ میواتی شہدار قصبہ نوح کے رہنے والے تھے۔ سیرت سید احمد شہید، مرتبہ مولانا غلام رسول مہر نے بالتفصیل ان شہدار کے واقعات نقل کیے ہیں ان تینوں شہیدوں کی قربانی نے اہلِ حق کو اس قوم کی طرف متوجہ کر دیا۔ اصل میں تو اللہ سبحانہٗ و تقدس کی رحمت کا متوجہ ہونا تھا۔ حضرات اہل اللہ تو مظہر ہیں۔ اور جس طرح وہ تینوں شہید حضرت سید احمد شہید نور اللہ مرقدہم کے ساتھ آخر دم تک رہے۔ اسی طرح مولانا محمد الیاس قدس سرہٗ حضرت جی مولانا محمد یوسف قدس سرہٗ ان میواتی لوگوں سے خوش خوش رخصت ہوئے۔ حضرت اقدس قطب الارشاد مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کے غسل میں عزیزم محمد سلیمان میواتی غوطہ والے میاں جی محمد سلیمان مرد کھڑا والے اس طور پر شریک رہے کہ پانی لا کر دینے کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ بھائیو! کوئی کہانی سنانا مقصود نہیں ہم تو ان چیزوں کو ہفت اقلیم سے بھی بہتر سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم میں ہزاروں حفاظ، سینکڑوں علمار و قرار جس میں استاذ العلمار میوات حضرت مولانا عبد السبحان میواتی نور اللہ مرقدہٗ اور ان کے صاحبزدگان نیز حضرت مولانا نیاز صاحب پیدا فرمائے۔ مجمع بڑھتا چلا گیا

رات کو بعد نماز عشاء ۹ بجے نماز جنازہ پڑھی گئی۔ مولانا انعام الحسن صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی ½ ۱۰ بجے دوبارہ حضرت اقدس جانشین برحق حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب دام مجدہم نے رہے سہے لوگوں کے ساتھ جنازہ پڑھا۔ کیونکہ حضرات سرگودھا سے دیر میں پہنچے تھے، نیز ملتان سے اور مقامی سینکڑوں افراد دیر سے پہنچنے کی وجہ سے نماز جنازہ سے رہ گئے تھے۔ ۱۱ بجے اطلاع آئی کہ چارٹرطیارہ ایک بجے تیار رہے گا، ۱۲ بجے ہوائی اڈہ پر پہنچے۔ ایک صندوق میں رضائی رکھ کر لٹایا گیا۔ ڈیڑھ بجے رات کو طیارہ اُڑا۔ مولانا انعام الحسن صاحب چھ اصحاب کے ہمراہ تھے۔ حافظ صدیق صاحب، مولوی محمد عمر صاحب حاجی احمد صاحب، قاری رشید صاحب، مولوی محمد الیاس صاحب میواتی، میانجی اسحٰق صاحب میواتی مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا۔ باقی سب جوڑیاں ہیں میرے سوائے۔ ہوائی اڈہ پر مختصر سی بات بھی فرمائی۔ کہ حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ کہتے چلے گئے اب کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔ جو کرے گا اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے ساتھ ہوگی۔ یاد دلایا۔ کہ حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ بھائی خدابخش، چودھری نذیر صاحب سے بات کرنا چاہتے تھے مگر نہ کر سکے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ یہ ہی چاہتے ہوں گے کہ اس کام کو اصل بنایا جائے اور دوسرے ذاتی مشاغل میں نگرانی کے علاوہ کوئی کام ذمہ نہ لیا جائے کل[1] بروز ہفتہ ½ ۱۰ بجے ٹیلیفون کیا معلوم ہوا۔ کہ خیریت سے رات تین بجے پہنچ گئے حضرت شیخ دام مجدہ العالی رات ہی کو تشریف لے آئے۔ صبح ½ ۹ بجے نماز جنازہ پڑھی گئی تقریباً ۱۱ بجے دن کو تدفین عمل میں آئی۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ

قطعہ

تاریخ وصال

(از فانی کوپاگنجی)

آسماں چپ ہے، دیوار و در اشکبار آ رہی ہے کہاں سے صدائے حزیں
کس کے رحلت کی ہاتف نے دی یہ خبر کر دو فانی رقم! تُربتِ عنبریں
۱۳۸۴ھ

---

[1] ۳ راپریل ۱۹۶۵ء کو تدفین عمل میں آئی۔

حیاتِ ناپائیدار کے آخری لمحات

دعوت وتبلیغ کے قائد ورہنما مولانا محمد یوسف برد اللہ مضجعہ کی وفات ایسا المناک سانحہ ہے جس کی یاد مدتوں تازہ رہے گی اور ہزاروں دل اس المیہ سے ٹیس محسوس کرتے رہے گے۔ یہ سانحہ یوں تو کوئی انوکھا سانحہ نہیں۔ اس دار الفنا میں ہر آنے والے کو بالآخر جانا ہے۔ لیکن بوجوہ اس واقعہ فاجعہ کی الم انگیزی زیادہ ہے۔ ان وجوہ میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ حادثہ اس تیزی سے وقوع پذیر ہوا کہ سامنے دیکھنے کے باوجود اس کا یقین نہیں آرہا تھا۔ مولانا رحمۃ الرحمۃ کی علالت بھی اچانک ظاہر ہوئی اور انتقال بھی دفعۃً ہی ہوا۔ اس واقعہ کی جو جزئیات مشفق مکرم مولانا مفتی زین العابدین صاحب کی گفتگوؤں اور ان کی عطا فرمودہ ڈائری سے مل سکیں اور جو گفتگو چند دوسرے احباب سے ہوئی وہ حسب ذیل ہیں،

جی چاہتا ہے ہم مدینہ طیبہ میں رہیں

آخری ایام میں مولانا علیہ الرحمۃ ۲۷ ر ذوالقعدہ (۳۱ ر مارچ) آپ رائے ونڈ میں تھے۔ دوپہر کے وقت خاص احباب کے حلقہ میں بیٹھے تھے فرمانے لگے "جی چاہتا ہے یہاں (پاکستان میں) بھی تبلیغی کام چل جاتا اور ہندوستان میں بھی اور ہم مدینہ طیبہ میں رہتے رفقاء نے اس اظہار آرزو کو کوئی اہمیت نہ دی سفر جاری رہا، لاہور تشریف لے آئے اور حسب پروگرام اپنی مساعی میں مصروف ہو گئے،

اَب تو منزل طے ہو چکی!

شب جمعہ یعنی ۲۸ ر ذوالقعدہ (یکم اپریل جمعرات) کوئی سوا آٹھ بجے کا وقت ہے۔

لہ از ایڈیٹر رسالہ خدام الدین لاہور

بعض مخلص کارکن اصرار کر رہے تھے کہ مولانا اس وقت خطاب فرمائیں۔ حضرت مولانا مرحوم بہت تھکے ہوئے تھے اور طبیعت بھی متاثر تھی۔ خصوصی احباب مولانا انعام الحسن اور مولانا مفتی زین العابدین بھی ہم نشین تھے۔ مولانا مرحوم نے طبیعت کی خرابی کا ذکر فرمایا۔ محترم مفتی زین العابدین سے فرمانے لگے۔ مفتی صاحب! یہ سینے کا درد ایک عرصہ سے چل رہا ہے، یہ معالج حضرات اس کا علاج نہیں کر پا رہے۔ مفتی صاحب نے عرض کیا! حضرت اس سے پہلے تو آپ نے کبھی اس کا ذکر نہیں فرمایا۔ پھر مفتی صاحب قریب بیٹھے ہوئے حکیم صاحب سے فرمانے لگے حکیم صاحب! اس درد کے بارے میں کیا رائے ہے؟ حکیم صاحب نے فرمایا تبخیر کی وجہ سے درد ہے ابھی کھانے کے بعد دوا دیدی جائے گی یہ شکایت انشاء اللہ العزیز دور ہو جائے گی، مولانا رحمۃ الرحمۃ فرمانے لگے۔

مفتی صاحب! میری تشخیص بھی سنئے۔ مفتی صاحب اور دوسرے احباب متوجہ ہوئے مولانا نے فرمایا، جب مجھے یہ درد پریشان کرتا ہے تو میں خیال کرتا ہوں کہ میں سپاری بکثرت کھاتا ہوں، سپاری کے کچھ ٹکڑے اوپر آگئے ہیں تو میں پانی کا ایک گلاس پی لیتا ہوں۔ اس سے افاقہ نہیں ہوتا تو میں ایک گلاس اور پی لیتا ہوں، درد موقوف ہو جاتا ہے تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ اوپر چڑھے سپاری کے ٹکڑے نیچے چلے گئے ہیں۔ مولانا یہ سب کچھ ازراہِ تفنن فرما رہے تھے اور احباب بھی گفتگو میں اس اعتبار سے شریک تھے۔

اس مرحلے پر مولانا انعام الحسن صاحب نے فرمایا، حضرت! اب عمر پچاس کو پہنچ چلی۔ اب آپ کو محتاط رہنا چاہیئے بے وقت کھانا، طویل ترین تقاریر اور بے وقت سونا۔ اب اس عمر میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نے انتہائی سنجیدگی سے فرمایا "اب تو منزل طے ہو چکی"

مولانا انعام الحسن:۔ ابھی تو مشرقی طاقتوں میں فیصلہ کرانا ہے، اس کے بعد اسلام کے چمکنے کا زمانہ آئے گا۔ ابھی تو صرف بات سمجھائی جا رہی ہے۔

مولانا محمد یوسفؒ:۔ پالیسی طے ہو چکی۔ اب تو دوسرے عمل کریں۔

مولانا انعام الحسن:۔ عمر اگر مشورے سے طے کرنا ہو تو کر لیجیئے۔

مولانا محمد یوسفؒ:۔ حضرت والد علیہ الرحمۃ کی عمر کتنی تھی؟

مولانا انعام الحسن :۔ ۶۳ برس
مولانا محمد یوسفؒ :۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکرؓ کی عمر؟
مولانا انعام الحسن :۔ ۶۳ سال

اس پر مولانا علیہ الرحمۃ فرمانے لگے: "اچھا چلیں، لوگ انتظار کر رہے ہیں کچھ کہہ دیں" یہ فرمایا اور مسجد کی جانب چل دیئے، منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطاب شروع فرما دیا۔

اس خطاب میں معمول سے زیادہ وضاحت تھی اور باتیں ایسی فرما رہے تھے جو آج ہی نہیں، اس دعوت کے راہنماؤں کے لئے طویل مدت تک کام آنے والی ہیں[1]

آپ نے آغاز میں "صفات الہیہ" پر یقین اور عبادت میں حالت احسان پیدا کرنے پر زور دیا اور فرمایا کہ اگر نماز وہ نماز ہو جو اللہ کو سامنے دیکھتے ہوئے ادا کی جائے تو اس نماز سے وہ سب کچھ ملتا ہے جس کے لئے انسان نہ جانے کیا کچھ کرتا ہے، آپ نے یہ واقعہ اسی ضمن میں ارشاد فرمایا۔

سیدنا عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانے میں قحط پڑا۔ حضرت عمرؓ نے عمرو بن العاصؓ کو لکھا، انہوں نے جواب میں لکھا کہ غلے سے لدے ہوئے اونٹوں کا ایسا قافلہ بھیج رہا ہوں جس کا پہلا اونٹ مدینہ طیبہ میں اور آخری اونٹ مصر میں ہوگا۔ اس غلے سے اعلیٰ ترین انتظام کیا، ایک وقت میں دس ہزار افراد کو کھانا کھلایا جا رہا تھا، اسی دوران ایک شخص نے خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپؐ نے اس صحابیؓ سے فرمایا۔ عمرؓ سے کہو تمہیں کیا ہو گیا؟ تم تو بہت عقلمند تھے۔

یہ خواب حضرت عمر فاروقؓ کو سنایا گیا۔ تعبیر سمجھ میں نہ آئی، لوگوں سے پوچھتے رہے کہ بتاؤ مجھ میں کون سی تبدیلی واقع ہوئی ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہے؟ ایک شخص نے کہا۔ بات صرف اتنی ہے کہ عمر کی نماز حقیقی اور بنی ہوئی تھی۔ دعا قبول ہوتی ہے تو اسے چھوڑ کر انتظام کے چکر میں کیوں پڑے ہوئے ہو۔

حضرت عمر فاروقؓ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، دعا کی تو بادلوں کا نام ونشان نہیں تھا۔ دعا جاری رہی، بادل اٹھے اور انہیں میں سے آواز آئی۔ الغوث یا اباحفص! ابو حفص! عمر! تم نے جو مدد طلب کی تھی، یہ مدد آگئی ہے۔ مولانا علیہ الرحمۃ فرما رہے تھے۔

---

[1] یہ تقریر ہمارے ادارہ سے شائع ہو چکی ہے۔

اگر تم نے اپنی دکان میں، اپنے کاروبار اور اپنے طور طریقوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریقوں کو داخل کر لیا اور سب کچھ حضورؐ کے طریقے پر کیا تو اس طریقے پر بنایا ہوا جھونپڑا مشرکین و کفار کی ڈھائی لاکھ سے بنی ہوئی کوٹھی سے زیادہ قیمتی ہے اور اگر تم نے اپنے گھر کے نقشہ میں حضورؐ کے طریقے پر عمل کیا تو تمہارے جھونپڑے کو راکٹ نہیں توڑ سکے گا۔ حضورؐ کے طور طریقوں کی وجہ سے تمہارا یہ جھونپڑا قیمتی ہے۔ جو تم نے بے قیمت مٹی سے بنایا، یہ قیمتی کیسے بنی اس مٹی کی تو کوئی قیمت نہیں۔ یہ تو بے قیمت ہی ہے۔ قیمت تو حضورؐ کے طریقوں کی ہے۔ اگر ساتوں زمین و آسمان کوٹھی ہوا اور سب کو سونے سے بھر دیا جائے تو حضورؐ کے طریقے پر بنائی ہوئی پاؤں دھرنے اور پاخانہ کرنے کی جگہ کے برابر نہیں اور یقین کرو کہ حضورؐ کی معاشرت سے خدا تعالیٰ ملیگا حالات درست ہوں گے اور اگر یہود و نصاریٰ کے راستے پر معاشرت اٹھاؤ گے تو حالات خراب سے خراب تر ہوتے چلے جائیں گے۔

اس قسم کے مؤثر و دلنشین ہونے والے جملوں سے بھرپور تقریر ختم کی حسب معمول، جماعت کی تشکیل کی۔ اس کے بعد عبدالحمید پوری صاحب کے صاحبزادے کا نکاح ہوا اور خلاف معمول آپ نے مختصر دعا فرمائی اور مسجد بلال پارک سے متصل رہائش گاہ کی جانب چلدیئے۔

دل کا حملہ

احاطہ مکان میں داخل ہوئے تو غش کھا کر گر پڑے، احباب نے اٹھایا اور چارپائی پر لٹا دیا محترم احسان صاحب بھاگے ہوئے مسجد میں آئے اور مفتی زین العابدین سے کہا کہ حضرت جی کو غشی ہو گئی ہے کسی کو لایئے۔ مفتی صاحب حکیم احمد حسن صاحب کو لے کر فوراً پہنچے۔ حکیم صاحب نے نبض دیکھی تو انتہائی کمزور ہو چکی تھی حافظ صدیق صاحب نے فوراً جیب سے جواہر مہرہ کی شیشی نکالی۔ مفتی صاحب دودھ لائے تو اس میں جواہر مہرہ حل کر کے حضرت کے منہ میں چمچ ڈالا۔ آپ نے لے لیا تو تین چمچ دودھ اور ڈالا۔ اس سے تھوڑی دیر بعد نبض بحال ہو گئی۔ مگر تقریباً آدھ گھنٹہ بعد پسینہ آنے لگا۔ حکیم صاحب نے پھر نبض دیکھی اور محترم قریشی صاحب امیر جماعت

تبلیغ مغربی پاکستان) نے کہا کہ وٹامن بی کا انجکشن لگانا چاہیئے۔ قریشی صاحب نے کہا کہ اگر علاج کرنا ہے تو ہم ڈاکٹر صاحب کو بلاتے ہیں، چنانچہ ڈاکٹر محمد اسلم صاحب اور حاجی محمد افضل صاحب (سلطان فونڈری لاہور) گئے اور کچھ عرصہ کے بعد ڈاکٹر کرنل ضیاء اللہ صاحب کو لے آئے۔ انہوں نے معائنہ کیا، انجکشن اور کچھ دوسری دوائیں تجویز کیں۔

عشاء کی نماز ادا کی گئی

ان دواؤں کے استعمال کے بعد دیکھا کہ اجابت کپڑوں میں ہی ہوگئی ہے۔ طہارت اور تیمم کے بعد عشاء کی نماز پڑھوائی گئی۔ نماز کے بعد جملہ احباب آپکے پاس ہی رہے تقریباً پونے تین بجے نیند آگئی تو اکثر خدام کمرے سے باہر چلے گئے۔

صبح سوا پانچ بجے آنکھ کھلی تو فرمایا کہ نماز کا وقت ہوگیا؟ مفتی زین العابدین صاحب نے فرمایا، حضرت ہاں! آپ نے فرمایا کیا وضو کرائیں گے مفتی صاحب نے فرمایا نہیں تیمم! مولانا علیہ الرحمۃ نے پوچھا، کیا نماز بیٹھ کر ادا کروں؟ مفتی صاحب نے کہا نہیں حضرت! صرف اشارے سے! چنانچہ یہ نماز اشارہ سے ادا ہوئی۔ نماز کے بعد مولانا صاحبؒ نے فرمایا "چائے پلاؤ گے"۔

مفتی صاحب نے عرض کیا "حضرت جی چاہتا ہے کہ تھوڑی دیر اور سو جاؤں پھر چائے پئیں گے"۔ تو فرمایا "میرا بھی جی سونے کو چاہتا ہے"۔ چنانچہ آپ سو گئے۔

مفتی صاحب سات بجے آئے تو حضرت مرحوم گہری نیند سو رہے تھے اور خراٹے لے رہے تھے وہ باہر بیٹھ گئے، حکیم احمد حسن صاحب اور قریشی صاحب بھی تشریف لائے اور باہر ہی بیٹھ گئے سات بجے بیدار ہوئے۔ یہ تینوں حضرات آپکے پاس بیٹھ گئے۔

مولانا علیہ الرحمۃ:۔ (مفتی زین العابدین سے مخاطب ہو کر) "رات کیا ہوا تھا؟"

مفتی صاحب:۔ "حضرت چکر آگیا تھا!"

مولاناؒ:۔ (حکیم احمد حسن سے مخاطب ہو کر) "میری نبض دیکھیئے!" انھوں نے نبض دیکھی اور کہا "الحمد للہ، اب تو ٹھیک ہے!" مولاناؒ نے حکیم صاحب سے پوچھا "رات کیا ہوا تھا؟"

حکیم احمد حسن صاحب:۔ "دل کا دورہ تھا!"

مولاناؒ نے مفتی صاحب کی طرف دیکھا تو مفتی صاحب آگے بڑھے۔

میرے تو دل ہی نہیں ہے!

مفتی صاحب:۔ (مفتی صاحب نے حضرت کے ہاتھ پر اپنا منہ رکھا اور عرض کیا) "حضرت ان حکیموں، ڈاکٹروں کو دل کے حال کا کیا پتہ؟ دل کا حال تو دل بنانے والا جانے، یا دل والا جانے!"

مولانا علیہ الرحمۃ:۔ (اس پر ہنسے اور فرمایا) "ٹھیک ہے اور میرے تو دل ہی نہیں فکر کی بات تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟"

قریشی صاحب:۔ "حضرت! ڈاکٹر صاحب کو بلایا ہے وہ آکر تفصیلی معائنہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ رات کیا ہوا تھا۔"

مولانا علیہ الرحمۃ:۔ آپ یہ اس لئے کہہ رہے ہوں گے کہ مجھے فکر لگ جائے۔ جہاں اور سب دورے پڑتے رہے ایک دورہ یہ بھی پڑ گیا، یہ کوئی فکر کی بات نہیں، فکر کی بات تو یہ ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟"

ہر طرف جماعتیں بھیج دو!

اس کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے رفقاء سے پوچھا کہ "کیا جماعتیں رخصت کر دی ہیں؟"

آپؒ کو بتایا گیا "ہاں تمام جماعتیں رخصت کر دی گئی ہیں"۔ مولانا علیہ الرحمۃ نے فرمایا "ہر طرف جماعتیں بھیج دو!" حضرت عمرؓ نے یہی فرمایا تھا۔"

مولانا مفتی زین العابدین کے روزنامچہ کی عبارت یہ ہے:۔

"اس وقت حضرت مرحوم ہشاش بشاش تھے۔ نہ چہرے پر بیماری کے آثار اور نہ آواز میں نقاہت تھی۔ میں نے عرض کیا حضرت چائے لائیں؟ فرمایا ہاں! چنانچہ چائے کی دو پیالیاں لیٹے لیٹے، ڈاکٹر صاحب کی ہدایت کے مطابق، چھوٹی چائے دانی سے پلائی گئیں چائے کے بعد حضرت فرمانے لگے کیا پان کھلاؤ گے؟ میں نے عرض کیا، ضرور کھلائیں گے، میں نے مولانا انعام الحسن صاحب سے پان مانگا، انہوں نے فرمایا

آج چھالیہ اور تمباکو معمول سے کم دینا ہے اور دونوں چیزیں کم ڈالیں، قاری محمد رشید صاحب نے مجھ سے پان لیا، کہ میں توڑ تاڑ کے منہ میں رکھوں گا، جب یہ پان لے کر حاضر ہوئے تو فرمایا، دکھلاؤ اور فرمایا تمباکو کم کرو، انھوں نے کم کیا پھر فرمایا اور کم کرو، تو اور کم کیا، اس کے بعد پان کھالیا اور غالب خیال یہی ہے کہ یہ آخری پان تھا۔"

مولوی الیاس صاحب کا بیان بتوسط مفتی صاحب یوں پہنچا ہے کہ۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا۔ حضرت آرام فرمالیں چلہ بھر کی نیندیں جمع ہیں، کچھ تلافی ہو جائے۔ اور ہم کھڑے ہو گئے، اس وقت قریشی صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا آج جانا بھی ہے تو میں نے عرض کیا۔ حضرت انشاء اللہ جائیں گے اور اپنے گھر جانا ہے۔ جب جی چاہے گا چلے جائیں گے، اس پر قاری محمد رشید صاحب سے پوچھا تیری کیا رائے ہے؟ تو انھوں نے عرض کیا کہ حضرت جانا ہے، مگر آج نہیں، تو فرمایا، دونوں طرف والے پریشان ہوں گے (مراد سہارنپور اور دہلی تھی) قریشی صاحب نے عرض کی۔ کہ حضرت فون سے اطلاع کر دیتے ہیں فرمایا۔ بہت اچھا (اور ہم دونوں جگہ صبح ہی تار سے اطلاع دے چکے تھے) اور احسان سے کہا، تیل لگا دو۔ وہ تیل لگانے لگے، ہم باہر چلے گئے ساڑھے آٹھ بجے، ڈاکٹر اسلم کا فون آیا کہ کرنل صاحب ایک گھنٹہ تک آسکیں گے۔ مگر وہ تقریباً گیارہ بجے آئے اور آکر تفصیلی معائنہ کیا اور حضرت سے پوچھا، حضرت آپ کیا کھائینگے؟ تو حضرت نے فرمایا، جو آپ فرمائیں گے، ڈاکٹر صاحب نے فرمایا، جی بہت خوش ہوا یہ ہمارا کام ہے اور مریض اگر ہماری رائے پر چلے تو ہمیں علاج میں سہولت ہوتی ہے اچھا یہ ہے کہ پیشاب بھی لیٹے ہوئے کریں۔ ورنہ کوئی اٹھا دے اور چارپائی پر پیشاب کیا جائے، کروٹ خود نہ لیں، یہاں تک کہ اگر چادر اوپر سرکانی ہو تو کوئی اور سرکائے خود نہ ہلیں اور غذا کم کھائیں۔ مگر بار بار کھائیں تاکہ غذائیت پوری ہو اور معدہ پر بوجھ نہ ہو، جو کچھ کھانا ہے وہ ان ساتھیوں کو بتا دوں گا۔

ڈاکٹر صاحب باہر آگئے، باہر آکر انھوں نے ہمیں کھانے نہ کھانے کی چیزیں بتادیں اسی وقت قریشی صاحب نے پوچھا کہ "حضرت پر جانے کا بھی تقاضا ہے، کب تک اندازہ ہے تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ پندرہ دن سے پہلے سفر میرے نزدیک مناسب نہیں ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب مکان سے باہر آگئے۔

میں نے عرض کیا کیا اندازہ ہے مرض اور صحت کے متعلق، تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا حملہ اتنا شدید تھا کہ اس سے بچ جانا میرے لکھے پڑھے میں نہیں ہے اور اس کی ریپیر بھی اتنی ہی عجیب ہے اور یہ ریپیر یونہی چلی تو انشاء اللہ پھر یہ دورہ کبھی نہ ہوگا۔ مگر تین دن انتہائی احتیاط کے ہیں، ڈاکٹر صاحب روانہ ہوگئے، ہم اندر آگئے تو حضرت نے پوچھا، کیا کہتے ہیں، ہم نے عرض کیا الحمد للہ، بہت مطمئن ہیں اور توس ہلکا سا مکھن، چائے زیادہ دودھ کی کنو سنگترہ کیلا، شوربہ یخنی، سبزی وغیرہ کھانے کو تبلایا ہے، انڈا، گوشت چند دن منع ہے۔ اس پر فرمایا چائے پلادو، قریشی صاحب نے توس پر ہلکا سا مکھن لگا کر کھلایا، چائے پلائی اسکے بعد عرض کیا کہ حضرت آرام فرمائیں، اور ہم اٹھ کر چلے گئے۔

زکوٰۃ ادا کردیجئے

اس حملہ کے ہونے کے معًا بعد، حضرت علیہ الرحمۃ نے مولانا انعام الحسن صاحب سے فرمایا کہ "امانی الاحبار" (مولانا مرحوم کی تصنیف) پر جو رقم لگی ہوئی ہے اس کی زکوٰۃ ادا کردیجئے۔ مولانا انعام الحسن نے کہا "حضرت بہت اچھا" ساتھ ہی کہا "حضرت میں آپکے ساتھ رہا ہوں معاف فرمادیجئے" آپ نے فرمایا "معاف کیا"

مرض کا آخری اور جان لیوا حملہ!

ناشتہ کے بعد حضرت مرحوم و مغفور آرام فرمانے لگے۔ نیند آگئی۔ ڈیڑھ بجے مفتی زین العابدین صاحب اندر تشریف لے گئے تو آپ آرام فرما رہے تھے، مفتی صاحب ڈاکٹر کرنل ضیاء اللہ صاحب کی رائے سننے کے بعد، شدید تشویش محسوس کر رہے تھے چنانچہ انھوں نے خطبۂ جمعہ سے پہلے احباب کو اس جانب متوجہ کیا کہ یہ علاج معالجہ تو ظاہری تدبیر ہیں، مومن کی حقیقی تدبیر تو زندگی بخشنے والے اور صحت عطا فرمانے والے رب سے دُعا ہے، حضرت کی حالت تشویش سے خالی نہیں، خوب خوب، دعائیں کی جائیں، جو وسیلہ دعا منظور کرانے کا ہے وہ اختیار کیا جائے، حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے جن ذرائع کو قبولیتِ دعا کے لئے مؤثر فرمایا ہے وہ سب اختیار کئے جائیں، صدقات کئے جائیں، روزے رکھے جائیں، رو رو کر دعائیں کی جائیں۔

اس تلقین کے بعد مفتی صاحب نے خطبۂ جمعہ شروع کیا، دوسرے خطبہ کے آخر میں آواز آئی کہ مفتی صاحب اور قاضی (عبدالقادر) صاحب کو حضرت بلا رہے ہیں، قاضی صاحب تو اٹھ کر چلے گئے، مفتی صاحب نے خطبہ ختم کیا اور نماز پڑھائی۔ ابھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہی تھے، کہ پھر آواز آئی، کہ مفتی صاحب جلدی آئیں، چنانچہ مفتی صاحب فوراً بھاگ کر کمرے میں پہنچے تو حالت خطرناک تھی۔

مفتی صاحب اور مولانا انعام الحسن صاحب حضرت کو ہسپتال جانے پر مشورہ کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں حضرت نے ان حضرات کی جانب دیکھا اور قدرے بلند آواز سے کہا:۔

"لا الٰہ الا اللہ، الحمد للہ الذی انجز وعدہٗ، لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اللہ اکبر، اللہ اکبر، الحمد للہ الذی انجز وعدہٗ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہٗ لا شئ قبلہٗ ولا بعدہٗ لا شئ قبلہٗ ولا بعدہٗ لا شئ قبلہٗ ولا بعدہٗ"

ہسپتال میں تو عورتیں ہونگی

مفتی صاحب نے حضرت صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو آپ نے فرمایا سانس ٹھیک نہیں آرہی، اس پر مفتی صاحب نے مولانا انعام الحسن صاحب سے کہا کہ حضرت اگر اس وقت آپ کو ہسپتال لے چلتے تو اچھا تھا۔ حضرت مرحوم نے اس پر فرمایا کہ وہاں تو عورتیں ہوں گی۔ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ حضرت! وہاں عورتیں بالکل نہیں ہوں گی، ہمارے کمرے میں کوئی عورت نہیں آئے گی۔ حضرت مرحوم اس پر بھی مطمئن نہیں ہوئے اور منکرات و فواحش سے حقیقی نفرت سے بھرپور جذبے کے ساتھ فرمایا:۔

"کیا اس کا انتظام ہو جائے گا؟"

مفتی صاحب نے کہا کہ حضرت اس کا انتظام انشاء اللہ یقیناً ہو جائے گا جب اللہ کے اس مخلص اور اطاعت شعار بندے کو یہ یقین ہو گیا کہ ان کا کمرہ نرسوں سے پاک ہوگا اور وہ اس شدید مجبوری کے عالم میں محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس منکر سے

محفوظ رہیں گے تو آپ ہسپتال تشریف لے جانے پر راضی ہو گئے اور فرمایا کہ لنگی کی جگہ پاجامہ پہنا دو، چنانچہ پاجامہ پہنا دیا گیا۔

ہم تو چلے

بعجلت تمام، اس داعی الی اللہ کو کار پر لٹا کر ہسپتال پہنچانے کے لئے لے چلے مفتی صاحب ہسپتال میں انتظامات کی خاطر دوسری گاڑی میں روانہ ہو گئے حضرت مرحوم کے ساتھ قریشی صاحب، مولوی الیاس صاحب اور چند دوسرے حضرات تھے۔

حضرت مرحوم پہلے تو صبح شام کی مسنون دعائیں اونچی آواز سے پڑھتے رہے پھر آواز دھیمی ہوئی اور آخر کار صرف ہونٹ ہل رہے تھے، آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

اسی اثنا میں آپ نے دریافت فرمایا کہ "تمہارا ہسپتال کتنی دور ہے؟" قریشی صاحب نے جواب دیا، "حضرت! تقریباً دو فرلانگ!" اس پر آپ نے فرمایا "اچھا پھر ہم تو چلے"۔ یہ آخری جملہ تھا، جو احباب نے سنا۔ اس کے بعد ہونٹ ہلتے رہے اور محسوس ہو رہا تھا کہ آپ دعائیں پڑھ رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بطلِ جلیل اللہ کے حضور

محترم زین العابدین اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں "ہسپتال پہنچنے پر میں نے دیکھا، منہ اور ناک سے ایک جھاگ نکلی ہوئی تھی اور غور سے دیکھا تو ناک کے سانس سے جھاگ ہل رہی تھی، اس کے علاوہ چہرہ، آنکھ اور نبض پر آثارِ وفات ظاہر ہو چکے تھے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) دنیا بھر کو سفر کرانے والے نے آج چلتے چلتے جان جہان آفریں کے سپرد کر دی۔ اس وقت تین بجنے میں دس منٹ باقی تھے۔ چار بجے نعش مبارک کو لے کر واپس بلال پارک آئے۔ دفن کے متعلق مشورہ ہوا، طے پایا کہ حضرت شیخ سے پوچھا جائے۔ ساڑھے چار بجے سہارنپور بات ہوئی، صابری صاحب خود نہ تھے۔ ان کے آدمی کو پیغام دیا کہ حضرت شیخ سے عرض کریں۔ حضرت جیؒ کا وقت موعود آچکا، دفن کہاں کیا جائے؟ اور اس سے تاکیداً کہا کہ ہم ساڑھے پانچ بجے پوچھیں گے، تم جواب لے کر

نون پر رہنا۔ چنانچہ ساڑھے پانچ بجے جواب ملا کہ نظام الدین لانا ہے، آپ کی سعی کا ہر مرحلہ اللہ نے آسان کیا۔ اور ۱/۲-۱ بجے چارٹر جہاز نظام الدین روانہ ہوا۔ اور زندگی بھر کے اس مسافر نے ایک سفر موت کے بعد بھی کر ڈالا اور پوری دنیا کے انسان اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہوگئے۔ ہسپتال میں وفات کے وقت یہ دو جملے بار بار میرے ذہن و زبان پر آتے تھے۔" موت العالم۔ موت العالم" اور موتوا علی مامات محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

دلی سے آمدہ اطلاعات کے مطابق، حضرت مولانا محمد یوسف نور اللہ مرقدہ کا جنازہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ نے پڑھا اور آپ کو بروز ہفتہ ۳۰ ذی القعدہ ۱۳۸۴ھ (۳ اپریل ۱۹۶۵ء) ساڑھے نو بجے صبح، آپ کے جلیل القدر والد مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ برد اللہ مضجعہ ونور مرقدہ اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ (بشکریہ المنبر)

حضرت جیؒ کا انتقال

(از مولانا محمد الحسنی ندوی ایڈیٹر تعمیر حیات لکھنؤ)

- ایک ایسے داعی کا انتقال جس کا پوری دنیا میں کوئی ثانی تلاش کرنا مشکل ہے۔
- ایک ایسے مجاہد کا انتقال ہے جس نے ۲۰ سال میں سینکڑوں سال کا کام انجام دیا۔
- ایک ایسے مبلغ کا انتقال ہے جس کی ہمت مردانہ سے دنیا کے دور دراز گوشوں میں دینی دعوت واصلاح کا پیغام پہنچ گیا۔
- ایک ایسے عالم کا انتقال ہے جس کی زندگی سر تا پا عمل تھی۔
- ایک ایسے روحانی پیشوا کا انتقال ہے جو ہر دم میدان میں سرگرم کار رہا۔
- ایک ایسے بندہ کا انتقال ہے جس نے اس چودھویں صدی میں قرن اول کے اسلام کا نمونہ پیش کیا۔
- ایک ایسے امتی کا انتقال ہے جس نے دنیا کو ایک بار پھر سنتِ محمدیؐ کی زندہ

جھلکیاں دکھائیں۔

★ ایک ایسے انسان کا انتقال ہے جس کی قوتِ کارکردگی کے سامنے سینکڑوں افراد کی اجتماعی کارکردگی ہیچ تھی۔

★ ایک ایسے صاحبِ دل بزرگ کا انتقال ہے جس کا دل سوز وتپش کی بھٹی تھا۔

اور

★ ایک ایسے معلم کا انتقال ہے جس نے لاکھوں انسانوں کو علمِ دین سکھادیا۔ آج حضرت جیؒ کے غم میں ایک پورا عالم سوگوار ہے۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم الا حدیث دوست کہ تکرار می کنیم

یہ سطریں لکھتے وقت قلم کا جگر شق ہوتا ہے کہ عالمِ اسلام کی سب سے بڑی تبلیغی تحریک کے رہنما شیخ وقت اور عالم ربانی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب تقریباً ربع صدی تک مسلسل سفر، مسلسل جدوجہد، مسلسل دعوت اور مسلسل نقل وحرکت کے بعد اب خدا کے جوارِ رحمت میں آرام کر رہے ہیں۔

یعنی رات بہت تھے جاگے صبح ہوئی آرام کیا

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔

اللہ کے اس مقبول وبرگزیدہ بندے نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی جس امانت کو ان کے دورانِ علالت میں اپنے سینے سے لگایا تھا اس کو آخر دم تک اس وفاداری سے نبھایا کہ عشاق ومحبین اس راہ کے فدائیوں اور وفاداروں اور محبت کا دم بھرنے والوں کو بھی اس پر رشک آئے اور بڑے بڑے اہلِ عزیمت واہلِ محبت اس حالت کی تمنا اور اس سعادت کے حصول کی دعا کریں۔

مولانا کی زندگی کا سب سے بڑا وصف اور سب سے بڑا کارنامہ نہ تبلیغی کام کی وسعت و عمومیت ہے اور نہ مردم سازی و تربیت، ان کا امتیاز یہ نہیں کہ انھوں نے اس کام کو ہندوستان سے نکال کر ممالک عربیہ، چین، جاپان اور یورپ و امریکہ تک پہنچا دیا اور نقل و حرکت اور دوروں کو اس قدر وسعت دی کہ اگر اس کا مالی حساب لگایا جائے تو شاید کروڑوں تک پہنچے۔ اس کام کی وسعت و ترقی کی اہمیت اور اس کے زبردست نتائج سے کوئی انکار نہیں۔ لیکن مولانا کا سب سے بڑا وصف اور ان کا اصل امتیاز دو چیزوں میں مضمر ہے اور یہ وہ چیز ہیں جن میں مبلغین و اہلِ دعوت و اصلاح کے حلقہ میں ان کا کوئی شریک و ہمسر نظر نہیں آتا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "یہ رتبۂ بلند" اس عہد میں انھیں کے ساتھ مخصوص رہا ایک یقین کی طاقت دوسرے تبلیغ و دعوت میں مکمل فنائیت۔

ان کا اصل موضوع اور ان کی آواز یہی "یقین" تھا اور یہ یقین ان کے رگ و ریشہ میں اس طرح پیوست ہو گیا تھا کہ ان کی زندگی کا کوئی لمحہ یا کوئی گوشہ اس سے خالی نہ تھا ایسا نہ تھا کہ گوشۂ تنہائی یا عبادت و ریاضت کے وقت تو یہ یقین ان کو حاصل ہو لیکن اقتدار کی قوت و جاہت و دولت اور علم و فلسفہ کے سامنے یہ یقین ان کا ساتھ چھوڑ دے اپنے متعلقین و محبین کے سامنے یہ یقین پوری قوت کیساتھ جلوہ ریز ہو اور وزراء اہلِ حکومت یا اہلِ دولت کے سامنے اسمیں اتنی قوت باقی نہ رہ جائے یہ یقین اسوقت تک تو حاصل ہو جب تک اس کو آزمانے کا موقع نہ آئے اور امتحان و آزمائش کے وقت بے یار و مددگار چھوڑ دے۔

مولانا نے ایک مرتبہ دعوت کے شرائط و آداب پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب دو آدمی ملتے ہیں تو ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کوئی کسی سے متاثر نہ ہو۔ یا آدمی متاثر کرتا ہے یا متاثر ہوتا ہے۔ درمیان میں کوئی درجہ نہیں ہے۔ اس لئے اگر تم مخاطب کو متاثر نہیں کر سکے تو یہ سمجھو کہ تم غیر ارادی طور پر خود اس سے متاثر ہو چکے ہو۔

یہ بات سب سے پہلے خود مولانا رحمۃ اللہ علیہ پر صادق آتی ہے۔ وہ بڑی سے بڑی شخصیت کے سامنے اسی قوت، اسی یقین، اسی صراحت، اسی دلسوزی اور اسی سطح سے بات کرتے جو کارِ نبوت کے شایانِ شان اور منصب علماء کے لائق اور مناسب ہو۔ وہ جس طرح ایک عامی سے بات کرتے تھے اسی طرح ایک وزیر یا سفیر یا ایک کروڑپتی اور بڑے سے بڑے سیاسی سے بات کرتے تھے۔ بلکہ شاید اس سے زیادہ صراحت اور قوت کیساتھ

پاکستان میں ایک مرتبہ بعض مخلص واہل تعلق نے جو حکومت کے اعلیٰ مناسب پر فائز تھے ایک مخصوص اجتماع کیا۔ اور اس میں وزراء حکومت کے اعلیٰ عہدہ دار اور ممتاز ترین شخصیتوں کو مدعو کیا مولانا تشریف لائے تو ان سب کا تعارف کرایا گیا کہ آپ فلاں وزیر ہیں آپ اس محکمہ کے سکریٹری ہیں، آپ فلاں جگہ کے ڈائرکٹر ہیں، جب تعارف کا سلسلہ ختم ہوا تو مولانا نے بات اس طرح شروع فرمائی۔

"بھائیو! ابھی آپ نے معلوم نہیں کن کن عہدیداروں کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد آپ نے چند جانوروں کا نام لے کر فرمایا۔

"ہاں اگر آپ یوں تعارف کراتے تو شاید میں زیادہ سمجھ جاتا" جن حضرات نے ان لوگونکو مدعو کیا تھا، ان کے سر مارے ندامت اور خوف کے جھکے ہوئے تھے کہ اس بات کا کیا اثر ہوتا ہے۔ مولانا نے عجیب موثر اور دلنشین انداز سے فرمانا شروع کیا کہ "میرے بھائیو! وزیر تو مسلم بھی ہوتا ہے اور غیر مسلم بھی، ڈاکٹر مسلم بھی ہوتا ہے اور غیر مسلم بھی اسی طرح تمام عہدوں کا حال ہے اس میں ہماری اور آپ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ ہمارے اسلاف کا جب بھی تعارف کرایا جاتا تھا تو یہ نہیں کہا جاتا تھا کہ اتنی ملوں کا مالک ہے۔ اتنی کوٹھیوں کا مالک ہے اور اتنی موٹروں کا مالک ہے۔ بلکہ یوں تعارف ہوتا تھا کہ یہ بدری ہیں۔ انھوں نے احد میں حصہ لیا تھا۔ انھوں نے فلاں غزوہ میں حصہ لیا تھا۔ اور یہ اتنے غزوات میں شریک ہوئے تھے۔ اور انھوں نے دین کے لئے یہ قربانیاں دیں۔" اسی دردمندانہ اور مخلصانہ انداز میں تقریباً ساڑھے تین گھنٹے تقریر کی۔

جن لوگوں نے یہ جلسہ بلایا تھا وہ منتظر تھے کہ دیکھیں مولانا کی اس تقریر کا کیا ردعمل ہوتا ہے اور یہ لوگ کتنے غیظ وغضب کے عالم میں واپس جاتے ہیں لیکن اس کا ردعمل صرف یہ ہوا کہ شام کے عمومی اجتماع میں نہ صرف خود وہ لوگ موجود تھے۔ بلکہ اپنے ساتھ دوسرے عہدہ داروں کو بھی لائے تھے اور اسٹیج پر وزرار کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی جو اس مخصوص اجتماع میں تھی۔

یہ یقین مولانا کے سینے سے چشمہ کی طرح اُبلتا اور کسی وقت (کسی دن یا کسی ہفتہ کا ذکر نہیں) اس کا سوتا خشک نہ ہوتا اور ایسا معلوم ہوتا کہ وہ یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کہہ رہے ہیں اور یہ ان کا ایسا حال اور واقعہ ہے جس کے لئے کسی تصنع اور تکلف کی ضرورت نہیں

یہ یقین ان کے پاس بیٹھنے والوں یا ان کی تقریر سننے والوں کو اس طرح متاثر کرتا کہ بعض وقت ان کے مضامین اور ان کی تقریریں پوری طرح نہ سمجھتے اور ذوق وطرز بیان کے اختلاف کے باوجود وہ اس گرمی اور حرارت کو اپنے سینہ میں منتقل ہوتے ہوئے محسوس کرتے تھے یا کم از کم اتنا ضرور سمجھ لیتے تھے کہ اس شخص کو یقین کی جو دولت حاصل ہے وہ کم لوگوں کے پاس ہے۔ نجی بات چیت ہو یا عمومی ایک لاکھ کا مجمع ہو یا ایک سو کا مولانا ہمیشہ یکساں طرز اور یکساں قوت کے ساتھ بات کرتے تھے اور ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے موضوع سے نہ ہٹتے تھے وہ باتیں جو اس مادیت کے دور میں نامانوس ہیں اور جن سے اچھے اچھے علماء اور دینی رہنما مصلحت کے خیال سے یا زمانہ کے رجحان سے مجبور ہو کر یا انسان کی مادی ترقی سے مسحور ہو کر پرہیز کرنے لگے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کا ذکر ان کی تحریروں اور تقریروں میں کم سے کم آئے اور زیادہ زور مسلمانوں کے سیاسی و معاشی مسائل اور اسلام کے جمہوری تمدنی مسائل پر دیا جائے اور اس کو محض ایک سیاسی تحریک، ایک معاشرتی نظام، ایک اقتصادی تنظیم اور ایک تمدنی ارتقاء کے طور پر پیش کیا جائے، وہ باتیں مولانا بلا کسی جھجک کے اور بغیر کسی معذرت کے اپنی پوری قوت کے ساتھ پیش کرتے تھے بلکہ یہی ان کی ہر گفتگو اور تقریر کا محور ہوتا آخرت پر یقین، خدا کے وعدہ پر اعتماد و توکل، جنت کا تذکرہ اہل جہنم کے واقعات، غیبی حقائق اور انسان کی روح کی اہمیت، مادیت کا انکار، دنیا اور آخرت کا مقابلہ اور رسول اللہ وصحابۂ کرام کی زندگی اور ان کی مثالیں اور نمونے، دعوت کی طاقت اور اس کی تاثیر و تسخیر، یقین کی اہمیت اور اس کے محیر العقول واقعات۔ یہ چیزیں تھیں جن پر مولانا کی تقریر مشتمل ہوتی تھی۔ لیکن اس عقل پرست بلکہ ہوس پرست عہد میں اور اس بدلے ہوئے ذوق و رجحان کے باوجود ان کی یہ باتیں ہر طبقہ اور ہر حلقہ کو کسی نہ کسی پہلو سے ضرور متاثر کرتی تھیں اور اسکا سب سے بڑا راز مولانا کی قلبی قوت اور یقین کی طاقت تھی، جو ان کے لفظ لفظ سے ظاہر ہوتی تھی۔ اور پرستارانِ عقل اور گرفتارانِ نفس کو متاثر کئے بغیر نہ رہتی تھی۔

اس کے ساتھ دوران گفتگو اور دورانِ تقریر میں ایسے معانی کا ورود ہوتا جس کو آورد اور تکلف یا نکتہ آفرینی سے کوئی علاقہ نہ تھا بلکہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اور طاقت انسے یہ مضامین اور حقائق و معارف کروا رہی ہے وہ صرف اس کے ناقل ہیں۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

مولانا کو اس بات کا کامل یقین تھا کہ "ایمان ویقین" کے بغیر امت محمدی میں کوئی تغیر اور انقلاب پیدا نہیں ہوسکتا۔ اور اگر اس کے بغیر کوشش کی گئی تو وہ اسلام کی روح اور اس امت کے مزاج اور اس کی تاریخ وتجربہ کے خلاف ہوگی۔ جس کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ ایمان ہی کے سہارے یہ امت آگے بڑھی اور بحر وبر پر چھا گئی۔ اور ایمان ہی کے کمزور ہونے اور خدا سے رشتہ منقطع ہونے کے بعد اس کا شیرازہ منتشر ہوا اور اس کو اپنی پناہ گاہوں میں واپس جانا پڑا ۔

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

مولانا کی دوسری اہم خصوصیت دعوت میں انہماک کامل بلکہ فنائیت تامہ ہے اور یہ دراصل اسی پہلی خصوصیت کا پرتو اور عکس ہے۔ اس یقین نے مولانا کو اس درجہ بے چین مضطرب اور سیماب وش بنا دیا تھا کہ ان کو کسی پہلو قرار نہ آتا تھا اور اس یقین کی اشاعت اور تبلیغ ودعوت ان کے لئے اتنی ہی ضروری ہوگئی تھی جیسے انسان کے لئے غذا اور ہوا، ان کی پوری زندگی اسی دعوت سے عبارت تھی اور وہ اسی کے سہارے جی رہے تھے۔ رات کے ایک مختصر وقفہ اور مختصر قیلولہ کے سوا ان کا سارا وقت اسی فکر اور اسی تڑپ میں گزرتا تھا۔ جماعتوں کی تشکیل، وفود سے ملاقات، ان کی رخصتی کی دعا۔ دعوت کی حقیقت اور اسکے شرائط وآداب اور ایمان ویقین پر مسلسل تقریریں، درس حدیث اور مسلسل گفتگو اور مشورے یہ ان کے شب وروز کا معمول تھا۔ دیر رات تک یہ سلسلہ جاری رہتا۔ جہاں کچھ نئے لوگ آجاتے بس بہار آجاتی، مولانا چاہتے کہ اپنے سینہ کی ساری قوت اور اپنے دل کا سارا درد کھینچ کر ان کے سامنے رکھدیں۔ کام کی نوعیت کی وجہ سے آنے والوں کا سلسلہ برابر جاری رہتا، اس لئے مولانا کی گفتگو برابر جاری رہتی۔ تقریروں کے بعد مولانا بڑے اہتمام اور درد وسوز سے طویل دعا کرتے اور سننے والوں کی آنکھیں نم اور دل گرم ہوجاتے۔ بعض تندت اثر یا فرط ندامت سے بیساختہ رو پڑتے اور آنکھوں کو غسل صحت دیتے، یہ دعائیں اپنی تاثیر وقوت کے لحاظ سے اور مانگنے والے کے خلوص ویقین، دل شکستگی اور شان بندگی اور بیکسی وبیچارگی کے ساتھ ناز واعتماد کی وجہ سے تقریروں سے کسی طرح کم نہ تھیں اور بہت سے لوگ جو بعض وقت مشغولیت کی وجہ سے ان تقریروں سے محروم ہوجاتے اس دعا کو غنیمت اور حاصل تقریر اور اپنی آمد کا سب سے بڑا فائدہ سمجھتے۔

مولانا ان جلسوں کو بالکل لاحاصل سمجھتے تھے، جن کے بعد عمل کا کوئی قدم آگے نہ بڑھے تبلیغ کے جلسوں میں بھی جہاں انھیں بلایا جاتا وہ پہلے سے وعدہ لے لیتے کہ تمہیں اتنے آدمی دینے ہوں گے، یا اتنی جماعتیں نکالنی ہوں گی۔ شب و روز کے ان معمولات کے علاوہ اسفار اور دوروں کی ایک مسلسل زنجیر تھی جو ختم ہونے کو نہ آتی تھی، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تبلیغی جماعت ان ہی سفروں کی بدولت قائم ہے اور اس کی زندگی اور قوت کا راز اسی میں مضمر ہے اس لئے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا کے دوروں کا کیا حال ہوگا۔ جہاں مولانا تشریف لے جاتے وہاں پہلے سے بہت اہتمام کیا جاتا اور ہزاروں لاکھوں افراد ذوق و شوق سے جلسوں میں شریک ہوتے اور مولانا کی طویل تقریریں سنتے، سینکڑوں جماعتیں باہر نکلتیں اور ہندوستان کے علاوہ دوسرے ملکوں میں بھی جاتیں۔

مولانا اگر کسی کام کے آدمی کو دیکھ لیتے اور اس کی کوئی صلاحیت ان کے علم میں آتی تو وہ بے چین ہو جاتے کہ کس طرح اس کو تبلیغ کی طرف متوجہ کرلیں۔ اچھی انگریزی جانتا ہوتا تو چاہتے کہ کسی طرح وہ تبلیغ میں لگ جائے اور اس کو یورپ کے کسی ملک یا امریکہ بھیجدیں۔ اچھی عربی جانتا ہوتا تو چاہتے عرب ممالک میں تبلیغ کے لئے بھیجدیں اسی طرح انتظامی صلاحیت اور عقل و فراست جس میں جو بھی خوبی ہوتی مولانا دیکھ کر بے چین ہو جاتے کہ یہ دین کے کام کیوں نہیں آرہی ہے۔

مولانا کی سب سے بڑی خصوصیت اور ان کی عظمت کا راز یہ ہے کہ ان کو دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ و رسولؐ پر دل و جان سے قربان ہونا کس کو کہتے ہیں۔ اس کے راستہ میں اپنے کو مٹانے اور مٹا مٹا کر خوش ہونے میں کیا لذت ہے وہ کیا بات ہے جو جب کسی کو حاصل ہوتی ہے۔ اس کو یکسر بدل کر رکھدیتی ہے۔ پھر اس راہ کا گرد و غبار اس کو نسیم سحری سے زیادہ عزیز ہو جاتا ہے۔ راستے کے کانٹے مہکتے ہوئے پھول بن جاتے اور لذت کے چھینٹے اپنے ساتھ "بوئے دوست" لاتے ہیں۔ پھر آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے اور اس کو صرف ایک بات یاد رہتی ہے اور اس میں وہ اس طرح مست و سرشار رہتا ہے کہ پھر کوئی فانی لذت، عارضی دولت اور وقتی منفعت اس کو اپنی طرف متوجہ نہیں کرسکتی۔

کسی طرح اس کی فکریں ایک فکر میں سمٹ کر رہ جاتی ہیں اور نگاہیں ہر طرف سے ہٹ کر ایک "رخ زیبا" پر مرکوز ہو جاتی ہیں۔ کس طرح اس کا سینہ حسد سے، عداوت سے، تکبر سے،

انانیت سے، خود غرضی سے اور تمام رذائل سے پاک وصاف ہوجاتا ہے اور اس کو کسی اور طرف رخ کرنے کی فرصت ہی باقی نہیں رہتی، کسی طرح وہ اپنے وجود، اپنے جسم، اپنے دل اپنی نگاہ، اپنے وقت، اپنے مال اور اپنے اہل وعیال سب کے ساتھ پروانہ کی بے تابی لئے ہوئے اور بلا کسی ملامت کی پرواہ کئے ہوئے اپنے محبوب ومطلوب پر نثار ہوجاتا ہے۔

اللہ کے اس بندے پر مرض کا حملہ بھی اس حالت میں ہوا کہ وہ تقریر کر رہا تھا اور انتقال کے بعد یہ شان تھی کہ جنازہ تیار ہے اور جماعتوں کی تشکیل بھی ہورہی ہے اور ہدایات بھی دی جارہی ہیں، فضا غم سے بوجھل ہے، لیکن دین کے قافلے پرعزم قدموں کے ساتھ اپنے راستے پر رواں دواں ہیں اور وہ کام جس کے راستے میں اس نے جان دیدی۔ اسی قوت، لیکن سکون اور خاموشی کے ساتھ جاری ہے، محبت کے دعویداروں اور اس "جنس نایاب" کے خریداروں کے لئے مولانا کی زندگی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں وہ عشق کی بولتی ہوئی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ اور اپنے "سفر جنوں" کے لئے سامانِ نشاط فراہم کرسکتے ہیں

پروانہ کا حال اس محفل میں، ہے قابلِ رشک اے اہلِ نظر
اک رات میں یہ پیدا بھی ہوا عاشق بھی ہوا اور مر بھی گیا

آج وہ آبِ حیاتِ جاودانی چھپ گیا

آسمانِ رشد وحکمت کا درخشاں آفتاب
دورِ حاضر کا وہ یوسفؑ بے مثال ولاجواب
تھا وہاں تشنگانِ دین کی خاطر جو آب
آج وہ آبِ حیاتِ جاودانی چھپ گیا

گلستانِ دین وملت کا گلاب خوشتریں
محفلِ عشاقِ دیں کا عشوہ پرور نازنیں
مصلحِ اہلِ جہاں و واعظِ دینِ مبیں
گویا خضرِ راہ تھا وہ خضرِ ثانی چھپ گیا

تاریخ وصال

(سیّد نفیس الحسینی)

اے نورِ عین حضرتِ الیاسؒ دہلوی
اے یوسفِ زمانہ وا ے صاحبِ جمال
اسلام کا نمونہ تری زندگی رہی
لاریب تیری ذات تھی روشن ترین مثال
ہر بتکدے میں تیری اذان گونجتی رہی
اللہ نے دیا تجھے نطق ولبِ بلالؓ
تبلیغ دینِ حق میں گزاری تمام عمر
اس راستے میں جان بھی دیدی زہے کمال
وارد ہوا یہ قلبِ حزینِ نفیس پر
"راسِ مبلغاں" ہے ترا سالِ انتقال
۱۳۸۴ھ

غمِ قدوۂ بارگاہ

۱۳۸۴ھ

اللہ رے یہ جلوۂ لیلائے یوسفی — دونوں جہاں ہیں محوِ تماشائے یوسفی
اس مردِ پاکباز کی سعیٔ خجستہ سے — ذرے میں گم ہے وسعتِ صحرائے یوسفی
انبار اس قدر ہیں مضامین تازہ کے — بکھرے ہوئے ہوں جیسے گہرہائے یوسفی
آتے ہیں دور دور سے دیوانۂ بہار — دامن میں اپنے بھرتے ہیں گلہائے یوسفی
تازہ تھا ان کی ذات سے پیغامِ زندگی — سازِ ازل ہے زمزمہ پیرائے یوسفی
ہونے لگی تھی سارے زمانے میں صبح سی — اس طرح مسکرائی تھی لیلائے یوسفی
کرتے تھے پیش فلسفۂ زندگی کا راز — قرآں کی روشنی میں درِ تہائے یوسفی
عرفان وآگہی کی مرقع تھی ان کی ذات — جاری ہے اُن کے فیض سے دریائے یوسفی

آئی حریمِ غیب سے فانیؔ ندائے درد
چھایا ہے دل پہ نالۂ غمہائے یوسفی
۱۳۸۴ھ

(از فانیؔ کوپاگنجی)

کامیابی اور ناکامی کی حقیقی بنیاد

(ذیل کی تقریر حضرت مولا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری سفر میں خواص کے ایک اجتماع سے فرمائی تھی، جس کو حضرت کے ایک خاص رفیق سفر نے قلمبند کیا تھا۔ انہی کی عنایت سے یہ ہم کو حاصل ہوئی ہے۔ ہم نے ناظرین کی سہولت فہم کے لئے کہیں لفظی تبدیلیاں کی ہیں۔)

بھائیو دوستو! کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اور ہوتا ہے اس کے دو رخ ہیں ایک رخ ظاہر کا ہے اور وہ یہ ہے کہ چیزوں میں سے چیزیں نکل رہی ہیں اور چیزوں میں سے اثرات اور خواص ظاہر ہو رہے ہیں جیسے مٹی سے غلہ۔ غلہ سے غذا۔ غذا سے پیٹ کا بھرنا پھر اس کا خون بنا، خون سے منی کا یعنی نطفہ کا بننا۔ پھر اس سے خون کا لوتھڑا بننا۔ پھر اس میں اعضا کا اور شکل انسانی کا بننا اور اسی پر قیاس کر لیجئے دنیا کی ساری چیزوں کو) ــــ یہ وہ رخ ہے جو انسان پر بحیثیت انسان ہونے کے کھولا گیا ہے یعنی ہر انسان اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور اس کا مشاہدہ کر رہا ہے ــــ دوسرا رخ یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کی قدرت سے اور اس کے حکم سے ہو رہا ہے اور یہ سب اللہ کا نظر نہ آنے والا ہاتھ کر رہا ہے ــــ یہ رخ انسانوں پر بحیثیت انسان ہونے کے نہیں کھولا گیا اس لئے ہر انسان اس کو دیکھ نہیں پاتا۔ بلکہ یہ رخ انبیا علیہم السلام کے ذریعہ انسانوں پر کھولا گیا ہے یعنی یہ بات انبیاء علیہم السلام نے بتائی ہے کہ جو کچھ چیزوں سے بنتا ہوا اور ظاہر ہوتا ہوا نظر آتا ہے یہ چیزوں سے نہیں بنتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور امر سے بنتا ہے اللہ تعالیٰ قادر ہیں کہ جس شکل سے جو چیز چاہیں بنا دیں یا بلا کسی شکل کے محض قدرت اور حکم سے چیز بنا دیں اسی طرح وہ قادر ہیں کہ جس چیز سے جو اثر چاہیں ظاہر کر دیں۔ پانی سے چاہیں تو ڈبا دیں اور چاہیں تو ترا دیں، آگ سے چاہیں تو جلا دیں اور چاہیں تو نہ جلائیں۔ غذا سے چاہیں تو پیٹ بھریں اور چاہیں نہ بھریں، موت کی جگہ سے چاہیں تو زندگی نکال دیں۔ اور زندگی کی جگہ چاہیں موت نکال دیں معجزوں سے یہی بات ظاہر کی جاتی ہے کہ چیزوں میں کچھ نہیں ہے۔ اللہ جس چیز سے جو چاہے نکال سکتا ہے۔ وہ چاہے تو حکومتوں کی اسکیموں (اور منصوبوں) کو فیل کر دے۔ اور محکوموں کی اسکیمیں چلا دے۔ اس نے نمرود کی اسکیم کو فیل کر دیا اور ابراہیم

علیہ السّلام کی سکیم چلادی۔ فرعون کے ارادۂ قتل کے باوجود موسٰی علیہ السلام کو خود اس کے گھر میں پلوادیا اور اس کو سارے لاؤلشکر سمیت سمندر میں ڈبا دیا۔ ابراہیم علیہ السّلام بیوی بچہ کو ایسے میدان میں ڈلوا کر جہاں کوئی آبادی نہیں تھی۔ زندگی کا کوئی سامان نہیں تھا پینے کے لئے پانی تک بھی نہیں تھا ان کی یہ اسکیم چلادی کہ اس بچے کی اولاد یہاں والی، ہدایت کی دعوت لے کر سارے عالم میں جاوے اور سارے عالم سے لوگ یہاں حج کو آویں۔ خود اسکیم والا وہاں تھا بھی نہیں ملک شام میں تھا لیکن اس کی اسکیم چل گئی اور جس بچہ کے کھانے پینے کا اور حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں تھا اس کی اولاد اقیموا الصلوٰۃ کو لے کر دنیا میں جانے لگی اور ساری دنیا سے لوگ آج تک حج کو وہاں آرہے ہیں۔ ساری حکومتیں حج میں کتنے روڑے اٹکا رہی ہیں لیکن حج کی حرکت برابر بڑھ رہی ہے۔ اور اس طرح حضرت ابراہیمؑ کی چلائی ہوئی اسکیم اب تک کیسے زور سے چل رہی ہے۔

آدمی سمجھتے ہیں کہ کھیتی اور باغات سے زندگی بنتی ہے لیکن اللہ تعالےٰ نے قوم سبا کو کھیتی اور باغات کے باوجود ہلاک کردیا اور اسماعیل علیہ السّلام کو ایسے جنگل میں جہاں کھیتی اور باغات کا نشان بھی نہ تھا پال دیا ـــ آج دنیا کا یقین فوج پر ہے اللہ تعالیٰ نے ابرھہ کی فوج کو حقیر پرندوں سے ہلاک کرکے اس یقین کو غلط ثابت کردیا۔ الغرض معجزات سے ظواہر کے عام انسانوں والے یقین کی پوری نفی ہوتی ہے معجزات ظاہر کرتے ہیں کہ اللہ میں یہ قدرت ہے کہ وہ عصا اژدہا بنادیں، نار کو باغ بنادیں۔ ہاتھ میں روشنی اور چمک کی صفت پیدا کردیں ـــ دنیا کی ساری چیزیں اور ساری شکلیں گھاس کے تنکے سے لے کر ایٹم اور راکٹ تک اور اسی طرح ساری طاقتیں اور ساری حکومتیں قدرت خداوندی کے تحت ہیں ـــ یہ چیزیں قدرت نہیں ہیں بلکہ قدرت ان پر تصرف کرتی ہے یہ سب چیزیں فانی ہیں۔ اور قدرت متبدل اور غیر فانی ہے۔ اللہ تعالےٰ چیزوں سے زندگی بناتے بھی ہیں۔ اور بگاڑتے بھی ہیں کامیاب بھی کرتے ہیں اور ناکام بھی کرتے ہیں غرض جو کچھ بھی ہوتا ہے چیزوں سے نہیں ہوتا اللہ کے حکم اور اس کی قدرت سے ہوتا ہے۔

کائنات کا یہ وہ رخ ہے جو انبیاء علیہم السلام پر کھولا جاتا ہے اور انہی کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے اور وہی قدرت کے اعتبار سے استفادے کے طریقے لے کر آتے ہیں۔

عالم کی چیزوں پر نظر رکھ کر اور ان میں نفع نقصان سمجھ کر ان کو استعمال کرنے یا ان میں اپنے کو لگانے کا طریقہ ہر شخص خود تجویز کر سکتا ہے کیونکہ چیزیں نظر آتی ہیں اور ہر شخص ان کو دیکھتا ہے لیکن اللہ کا حکم اور اس کی قدرت جو چیزوں میں کام کرتی ہے وہ کسی کو نظر نہیں آتی اس لئے اس سے استفادہ کا طریقہ انسان خود تجویز نہیں کر سکتا، یہ علم اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر کھولتے ہیں اسلئے اس سے فائدہ اٹھانے کے طریقے انہی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے انسانوں کو شکلوں اور چیزوں سے ہٹایا نہیں بلکہ یہ بتایا کہ اللہ کی قدرت اور اس کے حکم کو اصل سمجھتے ہوئے ان چیزوں میں لگو اور یہ یقین بنا لو کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے تشریعی اوامر کی تابعداری کرتے ہوئے ان شعبوں میں لگو گے اور ان چیزوں کو استعمال کرو گے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے انہی چیزوں سے تم کو نفع پہنچائے گا۔ اور یہ نفع آخرت تک چلے گا بلکہ وہیں بھرپور حاصل ہوگا یہی ہے "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کا منشا کہ اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں ہوگا اور کچھ نہیں ملے گا بس اللہ ہی کے کرنے سے ہوگا اور ملے گا۔ اور ان کا فضل و کرم جب ہوگا جب ہماری زندگی اور چیزوں میں ہمارا لگنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہوگا۔

اب دو کام ہیں ایک اپنے میں لا الٰہ الا اللہ والے یقین کا پیدا کرنا اور دوسرا ہر عمل اور ہر شعبہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے کا عادی بننا اور اس کی مشق کرنا — یہ دونوں باتیں پیدا کرنے کے لئے نماز دی گئی اور ایک محنت دی گئی۔ اور مسجد کو ان دونوں کا مرکز بنا دیا گیا۔

مسجد سے دن رات میں پانچ دفعہ اعلان کرایا جاتا ہے۔ جس میں سب سے پہلے چار دفعہ کہلوایا جاتا ہے — اللہ اکبر اللہ اکبر — اللہ اکبر اللہ اکبر — اس کائنات میں جو کچھ ہے وہ عناصر اربعہ سے یعنی مٹی، پانی، ہوا اور آگ سے بنا ہے اور ان میں سے ہر ایک کا حال کہ ان میں سے ایک ایک ساری دنیا کو ختم کرنے کے لئے کافی ہے۔ مٹی یعنی زمین اگر آدھے دن کے لئے زلزلہ سے ہلا دی جائے تو ساری دنیا ختم ہو جائے — اسی طرح اگر پانی چھوڑ دیا جائے تو نوح علیہ السلام کے زمانہ کی طرح ساری دنیا غرق ہو کر فنا ہو جائے — اسی طرح اگر قوم عاد کیطرح ہوا چھوڑ دی جائے تو ساری دنیا کا خاتمہ ہو جائے — اسی طرح اگر آگ کو جلا ڈالنے کا حکم ہو جائے تو ساری دنیا راکھ کا ڈھیر بن جائے۔ تو اذان میں سب سے پہلے چار دفعہ کہا جاتا ہے "اللہ اکبر اللہ اکبر" اللہ سب سے بڑا ہے۔ آسمان و زمین اللہ کے سامنے کچھ بھی نہیں عناصر اربعہ اور ان سے جو کچھ بنا ہے وہ سب اللہ کی مخلوق ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ خدا کی ہستی کے سامنے ہر چیز حقیر اور بے حقیقت ہے "اللہ سب سے

بڑا ہے۔ روس و امریکہ اور دنیا کی ساری طاقتوں اور حکومتوں کی اللہ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں اللہ کی ہستی سب سے بڑی ہے۔" اللہ اکبر اللہ اکبر۔

اس کے بعد دوسری بات یہ کہلوائی جاتی ہے" اشہدان لاالہ الااللہ" بناؤ بگاڑ والا اللہ کے سوا کوئی نہیں، شکلوں اور چیزوں سے کچھ نہیں ہوگا۔ اللہ ہی کے کرنے سے ہوگا، اشہدان لا الہ الااللہ اس کے بعد کہلوایا جاتا ہے" اشہدان محمدا رسول اللہ" اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑے ہیں اور جن کے ہاتھ میں بناؤ و بگاڑ اور کامیابی و ناکامیابی ہے ان کی قدرت سے استفادہ کا طریقہ ہم خود نہیں جانتے۔ ہم اس راستہ میں نابینا ہیں، اس کے راہ نما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے طریقے پر چل کر ہی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم حاصل کیا جا سکتا ہے اشہدان محمداً رسول اللہ۔

اس کے بعد کہلوایا جاتا ہے" حیّ علی الصلوٰۃ، حیّ علی الفلاح" یہ باتیں اپنے اندر پیدا کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور کامیابی حاصل کرنے کے لئے نماز کے لئے یہاں آؤ۔ کامیابی یہاں والے اعمال سے ملے گی۔

اللہ والے اعمال میں (یعنی عبادات میں) کچھ تو وہ ہیں جن کے ساتھ چیزوں میں بھی لگ سکتے ہیں چیزوں سے کلی انقطاع ضروری نہیں۔ حج۔ روزہ۔ زکوٰۃ کا حال یہی ہے روزہ میں کھانا کھا تو نہیں سکتے مگر کھانا پکا سکتے ہیں۔ دوسروں کو کھلا سکتے ہیں۔ تجارت اور زراعت وغیرہ کے کام کر سکتے ہیں۔ ان کی باتیں کر سکتے ہیں اسی طرح زکوٰۃ زکوٰۃ دیتے وقت کھانا پینا دوسرے کاموں میں لگنا منع نہیں ہے، حج میں بھی دوسرے کاموں کی ممانعت نہیں ہے یہاں تک کہ سلا کپڑا پہننے کی ممانعت ہے۔ لیکن پہننے کے لئے کپڑا سینے کی ممانعت نہیں ہے لیکن نماز وہ عبادت ہے جس میں آدمی تمام چیزوں سے کٹ کر لگتا ہے۔ نہ کھانا کھائیں گے نہ کھلائیں گے۔ نہ پکائیں گے، نہ کپڑا سئیں گے، نہ کسی سے کوئی بات کریں گے، دھیان بھی ہر چیز سے ہٹا کر اللہ پر لگانے کی کوشش کریں گے ــــ تو اذان کے ذریعہ پہلے مسجد سے تو" اللہ اکبر اللہ اکبر" اور اشہدان لاالہ الا اللہ اور اشہدان محمداً رسول اللہ کی آواز لگوا کر یقین درست کرنے کی دعوت دی جاتی ہے اس کے بعد نماز کے عمل کیلئے بلایا جاتا ہے جس میں چیزوں سے کٹ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر اللہ تعالیٰ سے وابستگی کی مشق کی جاتی ہے اور اس میں کامیابی بتائی جاتی ہے۔

بھائی دوستو! جو کوئی مشین بناتا ہے وہی اس کے چلانے کا طریقہ اور بناؤ بگاڑ کی

بات بھی جانتا ہے۔ جو مشینیں باہر سے آتی ہیں ان کے ساتھ بنانے والوں کی طرف سے چلانے کے طریقہ کے بارے میں ہدایات بھی آتی ہیں ــــ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بنایا ہے۔ ماں کے پیٹ میں رکھ کر بنایا ہے جہاں کسی دوسرے کا ہاتھ بھی نہیں لگ سکتا بلکہ نظر بھی نہیں جاسکتی۔ وہی اللہ جانتا ہے۔ کہ انسان کی مشین کس طرح استعمال ہونے میں اس کا بناؤ اور تعمیر ہے۔ اور کس طرح استعمال ہونے میں اس کا بگاڑ اور تخریب ہے۔ اس نے پیغمبروں کو یہی بتانے کے لئے بھیجا اور سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ اب جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق اپنے کو استعمال کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔ اور جو ان کے طریقہ کے خلاف اپنے کو استعمال کرے گا وہ ناکام ہوگا اور اس کی یہ ناکامی پوری طرح آخرت میں ظاہر ہوگی جو انسانوں کے لئے اصلی اور دائمی عالم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف طبقوں میں بانٹ دیا ہے حاکم، محکوم، امیر، غریب، کالے گورے وغیرہ وغیرہ۔ اب ان کی تعمیر اور کامیابی ان مختلف طبقات کے جوڑ میں ہے۔ جوڑ والے طریقے قرآن مجید نے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہیں۔ اور یہ بھی بتایا ہے کہ اگر ساری دنیا کے خزانے خرچ کر کے کوئی جوڑ پیدا کرنا چاہے تو پیدا نہیں ہوسکتا۔ اللہ والے اعمال میں لگنے سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے جوڑ پیدا کر دیتے ہیں۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ (اے محمد آپ ساری دنیا کے خزانے خرچ کر کے ان کے دلوں کو نہیں جوڑ سکتے تھے۔ ہم نے اپنی قدرت سے جوڑ دیا ہے۔

انسان کا مزاج ہے جو اس سے فائدہ کھینچے اس سے کٹتا ہے اور جو اس کو فائدہ پہنچائے اس سے جڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے اور اس کی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ طریقہ بتایا جس پر چل کر ہر ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے والا بنے کوئی کسی سے فائدہ کھینچنے والا نہ بنے غریبوں کو بتایا کہ مال والوں کے پاس جو کچھ ہو اس سے فائدہ اٹھانے کا خیال وہ دل سے نکال دیں اور خود اپنی ذات سے ہر غریب و امیر کو فائدہ پہنچانے والے بن جاویں مثلاً وہ راستہ نہ جانتے ہوں تو خود چل کر اور تکلیف اٹھا کر ان کو راستہ بتا دیں، میت ہو جائے تو اس کو اٹھانے اور دفن وغیرہ میں مدد دیں۔ خود قبر کھودنے میں لگ جائیں۔ بیمار پڑ جائیں تو عیادت کریں محض اللہ کے لئے ان کا بوجھ اٹھا دیں اور اگر ان کے پڑے ہوئے پیسے کہیں مل جائیں تو پتہ چلا کر ان تک پہنچا دیں، کوئی خطرہ ہو تو ان کی حفاظت کریں، پہرہ دیں، راستہ

ہیں اگر ان کی موٹر کہیں پھنس جائے تو نکالنے میں مدد کریں، اور ضرورت ہو تو اپنے جھونپڑے میں ان کو ٹھہرائیں۔ اور جو میسر ہو کھلائیں اور جب وہ ان خدمتوں کے عوض میں پیسے دینے لگیں تو کہدیں کہ میں نے جو کچھ کیا تھا خدا کے راضی کرنے کے لئے اور اس سے ثواب لینے کیلئے کیا تم سے کچھ لینے کے لئے نہیں کیا۔ تہارے پیسے تم کو مبارک ــــ یہ غریبوں کو بتایا گیا اور مال والوں کو بتایا گیا کہ اپنے مال کی ہر جنس اور ہر قسم غریبوں پر لگائیں۔ پیسے بھی خرچ کریں کھانے میں بھی ان کو شریک کریں کپڑے بھی ان کو لا کر دیں۔ اپنی موٹر اور سواری بھی ان کے استعمال کے لئے دیں اور جب اس کے عوض میں غریب اپنی جانی خدمت کے لئے پیش کریں تو یہ مالداران سے کہدیں کہ ہم تم سے کوئی جزا نہیں چاہتے خدا سے لے لیں گے جب یہ طریقہ چالو ہوگا تو غریبوں سے امیر اور امیروں سے غریب جڑ جائیں گے۔

ایسے ہی حاکموں اور محکوموں کو بتایا گیا کہ وہ ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے والے بنیں فائدہ کھینچنے والے نہ بنیں۔ حاکموں سے کہا گیا کہ حکومت کے جو اختیارات اور جو وسائل ان کے پاس ہوں وہ ان سے محکوموں کو فائدہ پہنچائیں اور ان کو سہولتیں پہنچانے کی کوشش کریں ان کی تجارتوں اور زراعتوں میں ان کی مدد کریں ان کے لئے قانونی مشکلیں پیدا نہ کریں ان سے لینے اور کھینچنے والے نہیں بلکہ ان کو دینے والے اور نفع پہنچانے والے بنیں جب اہل حکومت ایسا کریں گے تو پبلک کے عوام ان کو بدلنا ہی نہ چاہیں گے الیکشن کے ہنگاموں کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ اسی طرح محکوم عوام سے کہا گیا کہ وہ حکومت والوں سے لینے کی نہ سوچیں بلکہ ان کو اپنے جان و مال سے فائدہ پہنچانے والے بنیں اور ان کے مسائل میں ان کی مدد کریں ان کے لئے مشکلات پیدا نہ کریں۔ ان سے اگر کوتاہیاں ہوں تو درگزر کریں اور اللہ کے حوالہ کریں۔

الغرض ہر طبقہ کو دوسروں کی نفع رسانی کے طریقہ پر لگایا گیا اور بتایا گیا کہ اپنے جان و مال اور درد و فکر کا زیادہ حصہ دوسروں کے بنانے پر لگاؤ یہ اسلام کا بتایا ہوا طریقہ ہے اگر اس پر چلا جائے تو ہر طبقہ کا دوسرے سے پورا جوڑ ہوگا اور ہر کام دیانت داری سے اور ٹھیک ٹھیک ہوگا۔ کوئی بے ایمانی سے روپیہ اور جائیداد پیدا کرنے کی فکر نہیں کرے گا اور اگر اس کے برعکس ذہن فائدہ اٹھانے کا ہوا تو پھوٹ ہی پھوٹ ہوگی اور لوگوں کی نیتیں خراب ہوں گی پھر یہ ہوگا کہ پچاس لاکھ کے ٹھیکے والے پل پر صرف دس لاکھ کی لاگت

لگائی جائے گی جس وجہ سے پل کمزور رہے گا۔ کوئی سڑک ٹھیک نہیں بنے گی۔ کوئی کام ٹھیک نہیں ہوگا خوب سمجھ لو لینے والے ذہن سے کوئی تعمیر نہیں ہوسکتی، تعمیر نفع رسانی اور دوسروں کو دینے والے طریقہ سے ہوسکتی ہے۔۔۔ اور نفع رسانی کا ذہن جب ہی بن سکتا ہے اور اپنی پاس والی چیز دوسروں پر لگانے کا طریقہ جب ہی چالو ہوسکتا ہے جب یہ یقین دل میں اتر جائے۔ کہ دینے والے تو بس اللہ ہیں۔ چیزوں سے کچھ نہیں ہوتا اللہ کے کرنے سے ہوتا ہے اور میں جب اس کی رضا کے مطابق استعمال ہوں گا تو اللہ میرے سب کام بنا دینگے اور نعمتوں کے دروازے کھول دیں گے۔۔۔ اس کی مشق نماز میں ہوگی۔

آج کہتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں اسلام چلنے والا نہیں ہے، صحیح ہے! لینے کا ذہن رکھنے والوں میں دینے کا طریقہ کیسے چلے، اسلام کو اپنی خواہش اور اپنی حالت کے مطابق بنا کے چلاؤ گے تو وہ اسلام رہے گا ہی نہیں۔ وہ تو تمہاری بنائی ایک نئی چیز ہو جائے گی۔

کسی نے اپنے بدن پر گودنے والے سے شیر کی تصویر بنوانی چاہی جب وہ سوئی سے گودنے لگا اور تکلیف ہوئی تو گودنے والے سے کہا کہ کیا بنا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ پہلے شیر کی دم بنا رہا ہوں، اس آدمی نے کہا کہ دُم چھوڑ دو بے دُم کے بھی شیر کی تصویر بن سکتی ہے اس نے دم چھوڑ دی اور دوسری طرف سے بنانا شروع کیا۔ اب اس نے کہا کہ اب کیا بنا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ کان بنا رہا ہوں، اس نے کہا بے کان بھی شیر بن سکتا ہے۔ تم کان نہ بناؤ بے کان کا شیر بنا دو۔۔۔ تو بھائی دوستو! یہی اسلام کے ساتھ ہو رہا ہے کہ اپنے مزاج کے بدل جانے کی وجہ سے اسلام پر چلنا مشکل ہو رہا ہے تو اسلام کی قطع برید کی جا رہی ہے اور اس کو اپنی خواہش کے مطابق بنایا جا رہا ہے۔ اس لئے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اپنے مزاج کو اسلام کے مطابق بنالیا جائے اور یہ جب بنے گا جب اس بات کا یقین پیدا ہو جائے گا کہ کسی مخلوق سے کچھ نہیں ہوتا سب اللہ سے ہوتا ہے۔ اور حالات کا بناؤ بگاڑ اور تعمیر و تخریب اور کامیابی ناکامی چیزوں کے ہونے نہ ہونے سے نہیں ہوتی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بنانے اور چمکانے کا فیصلہ جب کریں گے جب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر آجاؤں گا۔۔۔ تو اس راستہ پر چلنے کے لئے خارجی نہیں بلکہ داخلی دولتیں چاہئیں خدا کا یقین ہو، خدا کا دھیان ہو۔ خدا کا خوف ہو۔۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر خدا کے خزانوں سے ملنے کا اور نعمتوں کے دروازے کھلنے کا یقین ہو۔۔۔ ان اندرونی تبدیلیوں کے لئے کچھ

کرنا پڑے گا۔ چیزوں سے کامیابی کا یقین ہٹانے کے لئے اور اللہ سے کامیابی کا یقین جمانے کے لئے کچھ مدت کے لئے چیزوں میں سے نکلنا ہوگا۔ ایمان کی مجلسوں میں بیٹھ کر ایمان کی باتیں سننا سنانا ہوگا۔ نماز کے فضائل اور اس کے برکات معلوم کر کے اس یقین کے ساتھ نماز میں لگنا ہوگا۔ کہ ہم خدا میں لگیں گے۔ تو خدا ہم کو نوازیں گے، اسی طرح اذکار و تسبیحات کے فضائل معلوم کر کے ان کے یقین کے ساتھ ان میں لگنا ہوگا۔ دوسروں کے ساتھ اچھے سلوک اور خدمت کی مشق اس یقین کے ساتھ کرنی ہوگی کہ ہم جتنا اچھا سلوک اللہ کے بندوں کے ساتھ کریں گے ویسا ہی اچھا سلوک اللہ تعالےٰ اپنی شان عالی کے مطابق ہمارے ساتھ کریں گے خاص کر ایمان کی نسبت سے ہر مسلم کے اکرام کی اور اپنے کو حقیر و کمتر سمجھنے کی مشق کرنی ہوگی ــــ ان باتوں کو دوسروں کو بھی دعوت اپنی حاجت سمجھ کر اس یقین کے ساساتھ دینی ہوگی کہ جب میں اللہ کے دوسرے بندوں میں اس کے لئے کوشش اور محنت کروں گا۔ اور اس راستہ میں تکلیفیں اور ذلتیں اٹھاؤں گا تو اللہ تعالےٰ مجھے ان چیزوں سے محروم نہ رکھیں گے ــــ اس کی بھی مشق کرنی ہوگی۔ کہ سارے کام صرف اللہ کی رضا کے لئے ہوں ــــ اس طرح کچھ مشق کر لینے سے انشاء اللہ سب طبقوں میں جوڑ کی شکل پیدا ہو جائے گی۔

امریکہ والوں نے سب کچھ بنا لیا لیکن کالوں اور گوروں کو جوڑنے میں وہ بالکل ناکام رہے اس طرح انہوں نے شراب بند کرنے کے لئے کروڑوں روپیہ خرچ ڈالا اور ساری کوششیں کر لیں لیکن بجائے کمی کے اس میں اور زیادتی ہوئی، الحمد للہ اس تبلیغ کے عمل سے لاکھوں ایسے آدمیوں کے جرائم چھوٹ گئے جن کا جرائم چھوڑنا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔

الحمد للہ اس کام میں سارے ہی طبقات لگ رہے ہیں۔ جو طبقہ اس پر محنت کریگا اور یہ باتیں اپنے اندر پیدا کرے گا اس سے سب لوگ جڑ جائیں گے۔ ہم اگر اپنے ہی ساتھ جوڑنا چاہتے تو جوڑنے کی یہ ترکیب آپ کو نہ بتاتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ سب اس طریقہ پر کچھ محنت کر لیں پھر دیکھیں کہ اللہ تعالےٰ آپ ہی کے ذریعے کتنی آسانی سے سب طبقوں کو جوڑتا ہے۔

آج ہر طبقہ میں ہر جگہ جوتا چل رہا ہے۔ اور مسائل بگڑتے چلے جا رہے ہیں۔ اس کا علاج صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ میں ہے ــــ جو جتنا کرے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ اتنا پائے گا۔

ہم نے اس کام کے لئے کوئی انجمن نہیں بنائی نہ اس کا کوئی دفتر ہے نہ رجسٹر ہے نہ فنڈ

ہے۔ یہ سارے ہی مسلمانوں کا کام ہے۔ ہم نے مروجہ طریقہ پر کوئی علیحدہ جماعت بھی نہیں بنائی ہے جس طرح مسجد میں نماز کے عمل کے مختلف طبقوں اور مشغلوں والے مسلمان آکر جڑ جاتے ہیں اور نماز سے فارغ ہو کر اپنے اپنے گھروں اور مشغلوں میں چلے جاتے ہیں اس طرح ہم سب سے کہتے ہیں کہ کچھ وقت کے لئے اپنے گھروں اور مشغلوں سے نکل کر یہ محنت اور مشق کر لیجئے اور پھر اپنے گھروں اور مشغلوں میں آکر ان اصولوں کے مطابق لگ جایئے آپ نے اگر یہ چیز محنت کر کے حاصل کر لی تو دنیا بھر کے سائنس والے آپ سے یہ طریقہ سیکھنے آئیں گے اور خدا نے چاہا تو آپ دنیا کے امام ہوں گے۔

تعزیت نامہ

از مولانا عبدالماجد دریا بادی مدیر صدق جدید

شیخ التبلیغ مولانا محمد یوسف کاندھلوی ثم دہلوی کی شخصیت ہندوستان گیر (آل انڈیا) ہی نہیں رہی تھی، آل ورلڈ آفاق گیر ہو چکی تھی، برما، جاپان وغیرہ تو پھر ایشیا ہی کے ملک ہیں انکی تبلیغی جماعتیں تو ایمان کا کلمہ پڑھتی ہوئی، یورپ اور افریقہ اور امریکہ کے ملکوں تک پہونچ چکی تھیں اور کتنوں کو وہاں کلمۂ شہادت پڑھا چکی تھیں۔ ایک حیرت انگیز طلسمی سا دینی نظام ان کی مقناطیسی شخصیت نے اس بے دینی کے دور میں، دنیا بھر میں قائم کر دیا تھا اور اس تحریک کی جو قیادت انھیں اپنے والد ماجد مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے ورثہ میں ملی تھی۔ اسے انھوں نے برقرار ہی نہیں رکھا بلکہ اس میں اور چار چاند لگا دیئے تھے۔ ابھی سن ہی کیا تھا پورے پچاس کے بھی نہ تھے، بظاہر تندرست و توانا اسی تبلیغ ہی کے سلسلہ میں (اور یہی تو ان کا مستقل کام دن رات کا رہ گیا تھا) لاہور گئے ہوئے تھے عین حالتِ دعوت اور ارشاد میں رات کے وقت، قلب کا دورہ پڑا اور جمعہ کے دن خود ذکر الٰہی کرتے کرتے دوسروں کو ذکر الٰہی کی تعلیم دیتے دیتے اپنے مالک و مولیٰ کے حضور میں حاضر ہو گئے۔ پردیس کی موت وہ بھی عین شغل ذکر و طاعت میں جمعہ کا دن، بہت بڑی جماعت جنازہ یہ سب چیزیں مرحوم و مغفور کے عظیم ذخیرۂ اعمال صالحہ کے ساتھ سونے پر سہاگہ کا کام کر گئیں اور جنت کے اس مسافر کے انجام کو قابل رشک بنا گئیں۔ تعزیت کے مستحق مرحوم کے اعزہ خصوصاً ان کے خسر اور عم زاد برادر بزرگ مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ہی نہیں ساری امت پوری ملت ہے اور صدمہ ہر کلمہ گو کا ذاتی و شخصی ہے۔ مولانا کا علمی پایا بھی کسی جید

فاضل سے کم نہ تھا انکی شرح معانی الآثار طحاوی کی شرح فقہ و حدیث دونوں کی ایک یادگار خدمت ہے۔

امیر جماعت کے جانشین اور صاحبزادہ کا

مشترکہ مکتوب

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خداوند کریم سے امید ہے کہ مزاج عالی بعافیت ہوں گے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ مرحوم حضرت جی بہت ہی کمالات کے حامل تھے۔ بہت سی بیماریوں کے علاج کی صورت تھے۔ بہت سے کمالات کے حامل تھے اور انکا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا ظاہری طور پر صورت پریشانی۔ لیکن حق تعالیٰ شانہ، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی محنت میں قربانیوں کیساتھ انہماک اور بارگاہِ الٰہی میں امت مسلمہ کیلئے ان تھک دعائیں ان ظاہری صورتوں کا نعم البدل اور بدل حقیقی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی بابرکت اور باعظمت ہستی جنکے وجود گرامی سے امت کا وجود اور جنکے درد و کرب اور بے چینیوں سے امت کا نشوونما اور جنکی گریہ وزاری سے امت کی فلاح و نجات اور جنکے چہرۂ انور کی زیارت ہزارہا سال کی عبادت سے زیادہ ترقی دلانے والی تھی اگر وہ بھی اس دنیا سے تشریف لے جاویں اور پوری امت انکی جدائی کے صدمہ اور رنج میں مبتلا ہو اور مصائب میں گھر جائے تو حق تعالیٰ شانہ، پر اعتماد اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر دین کے لئے قربانیاں اور محنتوں کا انہماک اور بارگاہ الٰہی میں گڑگڑا کر دعائیں اور اس محنت کا تعدیہ و تبلیغ آپ کی ذات عالی کا بدل ہے اور قیامت تک کیلئے یہ سارے جانیوالوں کا بدل اپنے میں لئے ہوئے ہے۔

مَاكَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ

حق تعالیٰ شانہ، نے اپنے لطف و کرم اور فضل سے دین کی محنت کے جس عالی کام کی طرف ہم جمیع احباب کی رہبری فرمادی ہے اسمیں پوری امت محمدیہ مرحومہ کے دارین کے مصائب کا پوری طرح علاج ہے۔ آپ پورے انہماک کیساتھ سارے مصائب کے علاج کا یقین اسمیں کرتے ہوئے اس محنت کے بڑھنے اور اسکی شکل کے صحیح ہونے کیلئے پوری طرح محنت کریں تاکہ اس امت کے علاج کیلئے ایمان کی قربانیوں والی محنت کی فضاؤں میں بہت سے باہمت بے لوث نفس کش داعی الی اللہ پیدا ہوں اور انکے وجود میں آنے کیلئے ثوابوں کو دارین میں حاصل کریں۔۔۔۔ اس کی نقلیں سب احباب کو روانہ فرمادیں۔ اور پوری قوت لگا کر حضرت جی کے ایصالِ ثواب کی نیت سے کریں اور کرائیں۔ صدقات و خیرات اور کثرت تلاوت قرآن پاک خصوصاً ذکر و دعا مقامی و بیرونی گشت اور روزانہ تعلیم کے ذریعہ بھی ایصالِ ثواب کی صورتیں اختیار کی جائیں۔ فقط والسّلام

مولانا محمد انعام الحسن غفرلہ، مولوی محمد ہارون غفرلہ

حضرت مولانا شاہ محمد یوسف صاحب قدس سرہٗ کے متعلق

سید الاولیاء حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ

کا

مکتوب گرامی

بنام ایڈیٹر صاحب رسالہ خدام الدین لاہور برائے رسالہ "حضرت جی نمبر"

عنائت فرمائم سلمہٗ بعد سلام مسنون

کئی دن ہوئے گرامی نامہ کارڈ "حضرت جی نمبر" کے لیے مضمون کی طلب میں آیا تھا۔ اول تو گرامی نامہ اتنی دیر سے پہنچا کہ آپ کی تحریر کردہ تاریخ پر تو جواب پہنچ ہی نہیں سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اس ناکارہ کو اس قسم کے مضامین لکھنے کی بالکل عادت نہیں اور نہ اس قسم کے مضامین سے مناسبت ہے۔ حضرت اقدس مدنی اور حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہما کے وصال پر بہت سے احباب کے اصرار ہوئے۔ اسی طرح دوسرے اکابر کے انتقال پر احباب کے اصرار ہوتے رہے مگر یہ ناکارہ انکار کرتا رہا۔ اس ناکارہ کے حوالہ سے ان اکابر کی سوانحوں میں جہاں کہیں مضامین چھپے ہیں اس کی صورت یہ رہی ہے کہ تالیف کرنے والے احباب اگر ان کے احوال دریافت کرتے رہے اور یہ ناکارہ اپنی معلومات سے جواب عرض کرتا رہا۔ عزیز مولانا محمد یوسف مرحوم کی ولادت ۲۵ جمادی الاول ۳۵ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۷ء سہ شنبہ کو ہوئی تھی ۲ جمادی الثانی ۲ شنبہ کو عقیقہ ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کے سوا کیا کہوں ؎

کان مملوکی فاضحیٰ مالکی
ان ھذا من اعاجیب الزمن

ابتدا میں وہ میرا چھوٹا بھائی تھا، شاگرد تھا، زیر تربیت تھا۔ وہ میری نالائقی، سخت مزاجی کی وجہ سے اپنے والد یعنی میرے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کی بنسبت اس ناکارہ سے بہت زیادہ ڈرتا تھا۔ چچا جان کے احکام کو وہ پدرانہ ناز کی وجہ سے اور اپنے بچپن کی وجہ سے کبھی ٹال دیتا تھا لیکن اس

ناکارہ کی سخت مزاجی کی وجہ سے میرے کہنے کو نہیں ٹالتا تھا چچا جان کو بسا اوقات یہ ارشاد فرمانا پڑتا کہ یوسف سے فلاں کام لینا ہے۔ تمہارے کہنے سے جلدی کردے گا۔ دہلی کے احباب کا چچا جان پر بہت اصرار ہوتا کہ صاحبزادے سلمہٗ کو شادی میں ضرور ساتھ لائیں مگر مرحوم اپنے طلب علم میں اس قدر منہمک تھا کہ اس کو یہ حرج بہت ناگوار ہوتا۔ بسا اوقات اس کی نوبت آئی کہ ان اوقات میں اگر اس ناکارہ کا دہلی جانا ہوا تو عزیز مرحوم مجھ سے جاتے ہی یہ وعدہ لے لیتا کہ بھائی جی فلاں جگہ جانے کو مجھ سے آپ نہ کہیں اور چچا جان مجھ سے ارشاد فرماتے کہ یوسف کو بھی ساتھ لے لیجیو۔ تو میں یہی معذرت کرتا کہ اس نے آتے ہی مجھ سے یہ وعدہ لے لیا ہے کہ میں نہ کہوں۔ یہ تو ابتدا تھی۔ اس کے بعد مرحوم نے ہوائی جہاز سے وہ پرواز کی کہ وہ آسمان پر پہنچ گیا۔ اور یہ ناکارہ زمین ہی پر پڑا ہوا اس کی بلندی کو دیکھتا رہا۔ یہ چچا جان کے وصال کے بعد ہی ایک پرواز اس نے کی جس کے متعلق اس ناکارہ کا اور حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کا یہ خیال ہوا کہ چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کی نسبتِ خاصہ منتقل ہوئی ہے۔ اور ہر ہر بات میں اس کا خوب مشاہدہ ہوتا۔ اس کے بعد سے اس کی ترقیات کو دیکھتا رہا حضرت مدنی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد سے مرحوم میں ایک جوش کی کیفیت پیدا ہوئی اور کسی بڑے سے بڑے ذی وجاہت شخص کے سامنے بھی اپنی بات کو نہایت جرأت اور بے خوفی سے کہنے کا ظہور رہا اور وہ بڑھتا ہی رہا۔ اس کے بعد حضرت اقدس رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد اس کی گفتگو اور تقاریر میں انوار اور تجلیات کا ظہور پیدا ہوا۔ کیا بعید ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی خصوصی توجہات اور مرحوم کے ساتھ خاص شفقت اور محبت کا یہ ثمرہ ہو یا نہیں چیزوں کا یہ اثر ہوا جو اس ناکارہ نے شروع میں شعر میں ظاہر کیا کہ پھر یہ ناکارہ اس سے مرعوب ہونے لگا کہ اس کے اصرار پر مجھے مخالفت دشوار ہوگئی۔ اس کا اثر تھا کہ گذشتہ سال اپنی انتہائی معذوریوں اور مجبوریوں، امراض کی شدت کے باوجود جب مرحوم نے اس پر اصرار کیا کہ تمہیں حج کو میرے ساتھ ضرور چلنا ہے تو مجھے انکار کی ہمت نہ پڑی اور جب میں نے اپنے امراض کا اظہار کیا، اور کہا کہ میرے اعذار کو نہیں دیکھتے ہو تو مرحوم نے یہ کہا کہ خوب دیکھ رہا ہوں مگر میرا جی چاہتا ہے کہ آپ ضرور چلیں۔ اخیر میں اللہ جل شانہٗ نے اپنے لطف و کرم کی وہ بارش فرمائی کہ مجھ جیسے بے بصیرت کو بھی بہت سی چیزیں کھلی محسوس ہوتی تھیں۔ اس قسم کی چیزیں نہ لکھنی آتی ہیں نہ لکھنے کو دل چاہتا ہے۔ صرف ایک عورت کے خواب پر اس عریضہ کو ختم کرتا ہوں۔ خواب تو مرحوم کے حادثہ کے بعد لوگوں نے عجیب عجیب دیکھے اور لکھے۔ لیکن یہ خواب چونکہ اس ناکارہ کے نزدیک لفظ بلفظ واقعہ ہے اس لئے لکھوا رہا ہوں۔ اس حادثہ پر اپنے تعلقات کے موافق نیز اپنے قلبی ضعف و تحمل کے موافق اثرات تو بہت ہی عام ہوئے لیکن ایک عورت کے

متعلق معلوم ہوا کہ وہ کسی وقت بھی چپ نہ ہوتی تھی۔ ہر وقت روتی تھی۔ بار بار وضو کرتی اور تسبیح لے کر بیٹھ جاتی۔ وہ اسی حال میں ایک دفعہ وضو کر کے تسبیح لے کر بیٹھی تھی کہ اس کو غنودگی آ گئی۔ اس نے عزیز مرحوم کو دیکھا۔ وہ فرما رہے ہیں کہ کیوں پاگل ہو گئی ہے۔ مرنا تو سبھی کو ہے۔ تعلق مالک سے پیدا کیا کریں ہیں بندہ سے نہیں اس پر اس نے والہانہ انداز میں یوں کہا۔ حضرت جی یہ ایک دم ہی ہوا کیا؟ مرحوم نے کہا کچھ بھی نہیں۔ کچھ دنوں سے جب میں تقریر کیا کرتا تھا تو مجھ پر تجلیات الٰہیہ کا خاص ظہور ہوتا تھا۔ اس مرتبہ جب میں رات کو تقریر کر رہا تھا تو ان کا اتنا زیادہ ظہور ہوا کہ میرا قلب ان کا تحمل نہ کر سکا اور دورہ پڑ گیا اس کے بعد مجھے ایک بہت بڑا گلاب کا پھول سنگھایا گیا۔ اس کے ساتھ میری روح نکل گئی۔ بس اتنی سی بات ہوئی۔ فقط عزیز مرحوم کی پہلی شادی میری سب سے بڑی لڑکی سے ۳ محرم ۴۸ھ کو مظاہر علوم کے سالانہ جلسہ میں ہوئی تھی۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے نکاح پڑھا تھا۔ چونکہ پہلے سے کوئی تجویز نہ تھی۔ عین وقت پر چچا جان نے فرمایا نکاح کا ارادہ ہے اس لئے اس وقت رخصت نہ ہوئی۔ تقریباً ایک سال بعد چچا جان نور اللہ مرقدہ کی ایک آمد پر اسی طرح فوری طور پر بلا سابقہ تجویز کے رخصت ہوئی ۲۳، ۲۴ رمضان ۵۹ھ دوشنبہ، سہ شنبہ کی درمیانی شب میں ۱۲ بجکر ۳۸ منٹ پر عزیز ہارون سلمہٗ کی ولادت ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل و کرم سے اس کو اپنے باپ دادا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ فقط والسلام

زکریا مظاہر علوم ۱۲ محرم ۸۵ھ بقلم محمد عاقل غفرلہٗ

مولانا مسعود علی آزاد فتح پوری مدظلہٗ

تأثرات

بر وفاتِ حسرت آیات رئیس المبلغین حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہٗ

اے کہ تو سلسلۂ رشد و ہدایت کا نگیں
جامۂ صدق و صفا، پیکرِ ایمان و یقیں

جان پھر ڈال دی بے جان تنوں میں تو نے
پھونک دی روح نئی مردہ دلوں میں تو نے

اک چبھن دل کی نمایاں ترے ہر رنگ میں تھی
اک تڑپ دین کی ظاہر ترے ہر ڈھنگ میں تھی

مشعلِ نورِ ہدایت کا علمدار بھی تو
امتِ احمدِ مختار کا غم خوار بھی تو

وہ تری سعیِ مسلسل جو شب و روز میں تھی
آگ دراصل وہ تیرے دلِ پر سوز میں تھی

تپشِ دل نے تری پھونک دیئے دل کتنے
تو نے طوفانوں سے پیدا کیے ساحل کتنے

ایک دنیا تری آواز سے بیدار ہوئی
ہر کٹھن راہ تری سعی سے ہموار ہوئی

آئینہ دارِ نبوت ترے اوصافِ جلی
کارفرما ترے اخلاق میں خلقِ نبوی ﷺ

اے گلِ تازہ بہارِ چمنستانِ رسول ﷺ
تیری خوشبو سے مہک اٹھا گلستانِ رسول ﷺ

ہر شجر باغِ نبوت کا ثمر بار ہوا
یہ چمن تیرے قدم سے گل و گلزار ہوا

ہر ضلالت پہ ہدایت کی ہوئی جلوہ گری
تو نے بخشا شبِ تاریک کو نورِ سحری

اس طرح تو نے زمانے کو پکارا کہ بہم
ہو گئے سارے کمربستہ عرب ہوں کہ عجم

روح پرور ترا نغمہ اثر انداز ہوا
سن لیا جس نے وہ تیرا ہی ہم آواز ہوا

کر گئی کام یہاں تک تری جادو نظری
رہزنوں میں ہوئی پیدا صفتِ راہبری

دین کا رنگ بھرا زندگیوں میں تو نے
کام پورا کیا صدیوں کا دنوں میں تو نے

تیری جاں بازی پہ اللہ کو پیار آ ہی گیا
مژدۂ وصل تجھے آخرِ کار آ ہی گیا

دیکھ کر رزم گہِ زیست سے بیگانہ تجھے
مدتوں روئے گی اب ہمتِ مردانہ تجھے

تعزیت اب تری کس سے کروں کس سے نہ کروں
کون دیندار زمانے میں ہے جس سے نہ کروں

نام لیوا ترے ہر چند ہیں غمگین و حزیں
بس ہی کیا ہے مگر اے ساکنِ فردوسِ بریں

رحمتیں تجھ پہ ہوں اللہ کی دن رات مدام
اور ہم سب کی طرف سے بھی شب و روز سلام

آخری تقریر

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ

(کتبہ یکے از رفیق سفر، مورخہ ۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۳۸۴ ہجری
مطابق یکم اپریل سنہ ۱۹۶۵ء بوقت شب جمعہ بعد نماز مغرب
بمقام مسجد بلال پارک لاہور)

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

امّا بعد۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ زمین و آسمان میں بنایا ہے اُس میں سب وقتی رکھا ہے وقتی پیٹ بھرنا، وقتی پیاس بُجھانا، وقتی عزت، وقتی ذلّت، وقتی موت، وقتی حیات، تھوڑی سی دیر کے لئے تندرستی ہے پھر بیماری ہے، تھوڑی دیر لذّت پھر تکلیف آتی ہے۔ وقتی پرورش اور وقتی حاجتوں کا پورا ہونا دُنیا کی چیزوں میں رکھا ہے۔ اور انسان میں جو کچھ رکھا ہے وہ وقتی بھی ہے اور ابدی بھی ہے وقتی عزت اور ابدی عزت، ایسی ہی راحت و سکون اور چین و صحت وقتی و ابدی، انسان میں جو دولتیں رکھی ہیں وہ ایک طرف دُنیا میں کامیاب بنانے والی ہیں اور دوسری طرف مرنے کے بعد ابدی کامیابی دِلوانے والی ہیں۔ اس لئے ایک انسان کی دولت کی قیمت ساتوں زمین و آسمان نہیں بن سکتے۔ اگر اِنسان کے اندر کی دولت بگڑ جائے تو ساتوں آسمانوں اور زمین سے نہ بن سکے اور اگر انسان کی دولت بن جائے اور اُس کے اندر کی مایہ اُبھرے تو ساتوں آسمانوں و زمین کی کامیابی سے زیادہ کامیابی ملتی ہے۔ دولت تو بہت بڑی چیز ہے اس دولت کا حرفِ اوّل اور خشتِ اوّل "اللہ" کہنا ہے، آدمی خالی "اللہ" کہے اس میں بولنے کی دولت رکھی ہے، یہ اللہ کہنا بھی بہت بڑی دولت ہے کیونکہ لفظ اللہ کہنے والا ایک بھی دُنیا میں باقی رہے گا تو زمین و آسمان اسی طرح کھڑے رہیں گے۔ اگر ایک بھی "اللہ" کہنے والا نہ رہا تو اللہ تعالےٰ سارے زمین و آسمان کو توڑ پھوڑ دیں گے، اگر آدمی کے اندر میں کوئی اور دولت بھی نہ ہو صرف ایک دولت ظاہر ہو رہی ہو کہ زبان سے اللہ کہہ رہا ہے یہ دولت اِتنی بڑی ہے کہ ساتوں آسمان و زمین اس پر کھڑے ہیں، نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کچھ بھی نہ رہا صرف اللہ کو مانے اور کہے "اللہ" بس اِتنی سی دولت اتنی بڑی ہے کہ اس سے ساتوں آسمان

د زمین کھڑے ہیں، اگر اتنی دولت بھی نہ رہے تو پانچ ارب انسان بھی ہوں تو وہ بھی مریں گے دریا خشکی اور ہوا کے سارے جانور جمادات، نباتات سب ختم ہوں گے، اگر انسان کے پاس وہ اللہ والی دولت نہ رہے تو سب ختم کردیئے جائیں گے، ایک "اللہ" کہنا اتنی بڑی دولت ہے کہ آسمان وزمین اسی پر قائم ہیں۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ٥ (حٰمٓ السجدہ ع ۴)

ترجمہ :۔" جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر (اس پر) مستقیم رہے ، ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو نہ رنج کرو اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔"

اللہ رب ہیں، یہ لفظ نہیں بلکہ ایک محنت ہے، اگر کہے کہ میں دوکان سے پلتا ہوں یا کسی کھیتی یا ملازمت یا سیاست یا حکومت سے پلتا ہوں تو یہ کہنا لفظ نہیں ہے بلکہ ایک محنت ہے اتنا کہنے کے بعد محنت شروع ہوجاتی ہے کہ زمین خریدتا ہے، ہل چلاتا ہے، غلہ لاکر بیچتا ہے جانور اور مکان خریدتا ہے نکاح کرتا ہے۔ غرض اس لفظ کے پیچھے لمبی چوڑی محنت کی زندگی ہے۔ ایسے ہی جب کہا کہ" ہمارے رب اللہ ہیں" تو بات ختم نہ ہوئی بلکہ یہاں سے شروع ہوئی کہ جب اللہ پالنے والے ہیں تو غیروں سے پلنے کا یقین نکالو، یہ پہلی محنت ہوئی کہ میں زمین وآسمان اور اُس کے اندر کی چیزوں سے نہیں پلتا بلکہ اللہ سے پلتا ہوں، اِس کو محنت کرکے دل کا یقین بناؤ اس یقین کو رگ رگ ریشہ میں اتارنے کے واسطے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

" اللہ سے پلتا ہوں" اس بول کی حقیقت دل میں اُتارنے کے لئے ملک ومال تجارت وزراعت کی محنت نہیں ہے بلکہ وہ تو دل سے نکل کر زبان پر آئے گی یعنی اللہ کی ربوبیت کے یقین والی محنت چھوڑ کر ملک ومال والی محنت پر لگے گا تو اللہ کی ربوبیت دل سے نکل کر زبان پر رہ جائے گی، نبیوں والی محنت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والی محنت اس لفظ پر کرنی ہوگی یعنی محنت کرکے اس حقیقت تک پہونچو کہ ہمیں براہِ راست اللہ سے پلنا ہے خدا کو پالنے میں کھیتی اور دوکان کی ضرورت نہیں ہے وہ اپنے حکموں سے پالتا ہے۔ اگر اس کی حقیقت پیدا ہوجائے تو امریکہ اور روس بھی تمہاری جوتیوں میں ہوگا۔ شرط اتنی ہے کہ صرف زبان کا بول نہ ہو، دل کے اندر کی حقیقت ہو تو دنیا میں کامیابی ملے گی اور عذابِ قبر سے بچوگے، حوریں، باغات اور سونا چاندی کے مکانات، ہمیشہ کی جوانی، حسن وجمال اسی پر ملے گا اس کو دل میں فٹ کرنے کے لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ہے، کائنات میں جو کچھ ہے وہ تابع، محدود اور فانی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس لامحدود غیر فانی ہے پرورش اس لامحدود کی

طرف سے ہے اس لئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر محنت کرو، اللہ تعالیٰ تربیت کرنے والے ہیں، خدا تعالیٰ کو معبود بنا کر خدا تعالیٰ کی عبادت کرکے پلنا ہے، اگر عبادت سے پلنے پر محنت کروگے تب دل میں اُترے گا۔ عبادت نماز ہے، نماز تمہارا اپنا طریقۂ استعمال ہے، زمین یا موٹر یا جانوروں کے طریقۂ استعمال کا نام نماز نہیں، بلکہ اپنے آنکھ، کان، ناک وغیرہ کو اس طرح استعمال کرنا سیکھو جیسے آپؐ نے استعمال کیا، سونا، چاندی اور کائنات سے پلنے میں کیا ہے؟ زمینداره یعنی زمین سے غلہ لینے کے اعتبار سے ہمارا طریقۂ استعمال، تجارت یعنی دوکان سے فائدہ لینے کے اعتبار سے ہمارا طریقۂ استعمال، حکومت یعنی ملک سے فائدہ لینے کے اعتبار سے ہمارا طریقۂ استعمال، نماز کیا ہو؟ کائنات سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے دونوں جہان میں لینے کے واسطے ہمارا طریقۂ استعمال یہ نماز ہے، ہم کو صرف اللہ پالے گا اس میں ہمارا استعمال آپؐ کے طریقہ پر ہوگا، آپؐ کی کس طرح غارِ ثور میں حفاظت ہوئی، بدر میں فتح کہاں سے ملی؟ خندق میں یورش سے کیسے بچے؟ اس سب کے واسطے جواب ملیگا کہ نماز پڑھ کر خدا سے مانگا تو خدا نے کیا۔ آپؐ کے جتنے مسئلے ہیں اگر کوئی پوچھے تو یہی جواب ملیگا کہ نماز سے ہوا۔ ان کی جتنی عبادت آپؐ نے کی ہے کسی ولی نے بھی نہیں کی۔ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے اتنی لمبی نماز پڑھی کہ نماز پڑھتے پڑھتے سوکھی مشک کی طرح ہوگئے تھے اور رانوں تک ورم آگیا تھا، اچھے بہادر بھی اگر نفلوں میں آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوئے تو سارے دن بدن میں درد ہوتا چار، پانچ، چھ پاروں کی ایک رکعت ہوتی، ایک مرتبہ جتنا بڑا قیام اتنا ہی بڑا رکوع، قومہ، سجدہ اور جلسہ کیا، آپؐ نے ایسی چار رکعتیں پڑھیں، جو صحابی آپؐ کے پیچھے کھڑے تھے اُن کا بُرا حال ہوا، آپ نے صبح کو فرمایا اگر مجھے پتہ ہوتا تو میں مختصر کر دیتا، آپؐ نے عبادت کرکے اللہ کو راضی کیا، اللہ نے کہا مانگو آپؐ نے قیامت تک اُمت کا پلنا مانگا کہ کوئی دشمن اُسے صفحۂ ہستی سے نہ مٹا سکے، اور اس اُمت کی بخشش کا اور آخرت کی نجات کا فیصلہ کرا دیا، اب چاہے کتنے ہی گناہ کرے، آپؐ کا معافی چاہنا قبول ہوا۔

آپؐ نے کہا کہ آپس میں لڑائی نہ ہو یہ دعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو ہوگا، دُنیا میں بدعملی کی سزا ہوگی، جو کچھ اللہ سے منوایا اُس کے لئے آپؐ نے کیا راستہ اختیار کیا؟ خدا جانے کتنی لمبی اُمت ہے قیامت تک کا بقا طے کرا دیا، اور آخرت کی مغفرت کرا دی، یہ کس بات پر ہوا؟ ایسی نماز پڑھی کہ اللہ کو ترس آیا جب آپؐ نماز پڑھ کر اس اُمت کے لئے روتے تھے تو زمین تر ہو جاتی تھی۔ حضرت جبرئیلؑ کو اللہ نے بھیجا کہ جاکر پوچھو اتنے کیوں رو رہے ہو؟ فرمایا کہ اُمت کے لئے رو رہا ہوں۔ جواب دیا کہ رو ؤمت، ہم اس اُمت کے بارے میں آپ کو خوش کر دیں گے، یہ عبادت اور نماز پر کیا، ایک دن اتنا لمبا سجدہ کیا کہ صحابۂ کرامؓ کو گمان ہوا کہ آپؐ کا انتقال ہوگیا، آپؐ نے فرمایا کہ کام ہو گیا اُمت کی مغفرت کی بشارت مل چکی، یہ اُس کے شکریہ میں اتنا لمبا سجدہ کیا تھا۔ ایک مرتبہ تین دن کا

فاقہ تھا لیکن کسی عاشق زار سے بھی نہ کہا بلکہ مسجد میں آکر نماز پڑھی اور خدا سے مانگا کہ اے اللہ! روٹی دے، واپس آکر حضرت عائشہؓ سے پوچھا، جواب دیا کہ ابھی کچھ نہیں ہے، پھر مسجد تشریف لے گئے، تین چار مرتبہ یوں ہی کیا، تیسری یا چوتھی مرتبہ حضرت عائشہ رض نے کہا اللہ نے دیا یعنی عثمانؓ نے آکر دیا، اور انھوں نے رو کر کہا گھر سے منگوالیا کرو، آپؐ نے فرمایا کہ جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹے تو اللہ سے مانگو" اللہ ہمارے رب ہیں" اس کی حقیقت یہ ہے کہ نماز کے ذریعے مسئلے حل کراؤ ورنہ زبان پر رہے گا کہ "اللہ رب ہیں"، لیکن جب نماز پر محنت کر کے روٹی، اولاد، مکان، صحت، عزت اور امن کے مسائل حل کرائے جائیں تو نماز سے ہوگا۔ شخصی مسائل کا حل شخصی نماز سے ہوگا اور ملک کے مسائل ملکی نماز سے حل ہونگے، انفرادی شہری دیہاتی مسائل کو نماز پر محنت کر کے اللہ سے حل کراؤ۔ یہ رب ہونے کی محنت ہے۔ آپؐ نے سارے صحابہؓ کو محنت پر ڈالا، کسریٰ وقیصر، امریکہ وروس کی طرح تھے، دونوں بلاکوں کے خزانے اللہ نے قدموں پر ڈالے اور دیہاتی لوگ گورنر بنے، یہ سب کچھ نماز سے ہوا، حضرت عمر رض کے زمانہ میں فتوحات ہوئیں، پھر بعد میں بڑا بھاری زبردست قحط پڑا، چاروں طرف سے لوگ مدینہ آئے، حضرت عمر رض نے انتظام شروع کیا اور دعا کی کہ یہ لوگ مرنے نہ پائیں، بھاری انتظام تھا، حضرت عمرو بن عاصؓ کو مصر میں خط لکھا کہ جلدی سے غلہ بھیجو، جواب دیا کہ کھانے پینے کا سامان لاد کر اونٹوں کا اتنا بڑا قافلہ بھیجوں گا جس کا پہلا اونٹ مدینہ میں اور آخری مصر میں ہوگا (چنانچہ غلہ آیا اس وقت) چالیس پچاس ہزار آدمی تو حضرت عمر رض کے دسترخوان پر روزانہ کھانا کھاتے تھے، دیہات میں اگر ایک گھر بھی ہوتا تو کھانا وہاں بھی بھیجا جاتا، بہت لمبا چوڑا انتظام کیا مگر قحط بڑھ رہا تھا۔ اسی زمانہ میں ایک صاحب نے ایک بکری ذبح کی تو اس میں سوائے ہڈی، خون اور کھال کے کچھ نہ نکلا۔ اس کے بعد اس آدمی کی چیخ نکلی اور کہا " وامحمداہ!" ہائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم" آنکھوں میں سے آنسو نکلے، پڑکر سو گئے، خواب میں حضورؐ کی زیارت ہوئی، فرمایا کہ عمر کو میرا سلام کہکر کہو کہ تو تو عقلمند تھا کیا ہوا؟ آنکھ کھلی تو حضرت عمر رض کے دروازے پر جاکر کہا یا امیر المومنین اجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام لانے والے کو جواب دو، حضرت عمرؓ بھول میں آپؐ کا زمانہ جان کر دوڑے، دروازے پر یاد آیا کہ یہ حضورؐ کا زمانہ نہیں ہے۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ لرز گئے اور کہا کہ میری زندگی میں فرق آگیا، سارے مدینہ کے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا۔ میں آپؐ کی زندگی سے بدلا تو نہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں، فرمایا کہ یہ شخص کیا کہتا ہے؟ خواب سنا تو سب نے جانا، صرف حضرت عمر رض نے نہ سمجھا، مطلب یہ ہے کہ جب تمہاری نماز اور دعا قبول ہے تو انتظام کے چکر میں کیوں پھنسے دعا کیوں نہیں مانگتے؟ حضرت عمر رض نے دہیں بارش کی دعا مانگی، قحط دور ہونے کی دعا مانگی، مختصر سی دعا تھی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَنَسْتَسْقِيْكَ منہ پر ہاتھ پھیرنے سے پہلے بارش شروع ہوئی، جانوروں میں جان پڑی

شروع ہوئی، دیہاتیوں نے کہا کہ چاروں طرف سے بادلوں میں سے یہ آواز آ رہی ہے اَتَاكَ الْغَوْثُ اَبَا حَفْصٍ !" اے عمر! تو نے بارش مانگی آگئی" ایسی نماز اللہ کے رب ہونے کی بنیاد پر پڑھی تھی، اللہ پالنے والے ہیں تو نماز پر محنت کر کے حضورؐ والی نماز بنانی پڑے گی، فضائل اور مسائل پر بھی محنت کرنی پڑے گی، وضو، امامت، اقتدار کے مسائل پر بھی محنت کرنی پڑے گی، جو نہ آئیں ان کے لانے کے لئے بھی محنت کرنی پڑے گی، صورت بنا کر سیرت بناؤ، نہ آنے والوں کو مسجد میں لاؤ اور سکھاؤ، صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں زبردست محنت کے میدان قائم کئے گئے تھے، اللہ کے رب ہونے کی بنیاد پر نماز کا قیام تھا، شریف انسانوں کا ادپر آنا اور انسانی زندگی کا بنانا یہ سب جب ہوگا کہ آپؐ کے طریقہ کی نماز کو دنیا میں قائم کرنے کی محنت کرو، تم خود نہ کرو گے بلکہ خدا کرے گا، دوکان کھیت سے پلنے کے منصوبہ کی بجائے اللہ سے پلنے کے لئے نماز پر محنت کرنی ہوگی، یہ زبردست محنت ہے پہلے تو لَا رَبَّ اِلَّا اللّٰہ میدانِ محنت ہے، پھر ایسی نماز کرو کہ" اَللّٰہُ رَبُّنَا " کی ترتیب قائم ہو ایسی نماز بناؤ کہ ایمان پر خاتمہ ہو، اور عذابِ قبر سے حفاظت ہو اور قیامت میں روشنی ملے، نماز کو ترتیب کے لئے چالو کرو، اپنی کمائی میں سے وقت نکالو، اور کھیتی سے پلنے کے یقین کو ختم کرو اللہ سے پلنے کا یقین پیدا کرو اسی کی دعوت دو، ذاتِ الٰہی کے خزانوں کی عظمت اور بڑائی کو سنو اور اتنا سنو کہ وہ ذات تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے، اِنْ تَعْبُدُ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ الخ ۔ یعنی اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا خدا کو دیکھتا ہے" یہ اس وقت ہوگا کہ ذات وصفات کو دیکھے کلمہ، نماز کے فائدوں کا علم اندر لینا ہوگا، ذکر واخلاص سے لینا ہوگا، اپنے اندر پیدا کرنا اور دوسروں کے اندر پیدا کرانے کی محنت کرنا، یہ مسجد کا کام ہوا، دوکان کھیت کا یقین ہٹانا ہے اور مسجد والے اعمال کا یقین لانا ہے ۔ عداوت، اغوا، چوری، ڈکیتی سب رکیں گی اگر آپؐ والی ساری چیزیں محنت کر کے مسجد میں چلا دی جائیں ۔ اللہ کو اللہ اور رب کہنے کی بنیاد پر یہ محنت ہوگی اس کے لئے مسجد کی چیزیں چلاؤ ۔ آپؐ نے مسجد کی چیزیں بھوکے اور پیاسے رہ کر چلائی تھیں، سردی سے بدن کپکپا رہے ہیں اور مسجد میں تعلیم چل رہی ہے ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا مجمع تھا آپؐ آکر کھڑے ہوئے ان میں سے مجھے پہچانا اور آپؐ بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اے گروہ فقراء مہاجرین! اغنیاء سے پانچسو برس پہلے جنت میں جاؤ گے اس کے لئے امامت، اقتداء، خشوع، خضوع، صف سیدھی کرنا، ان سب باتوں پر محنت ہے وہ نماز بنے جس نماز سے خدا دنیا کی ترتیب بدلیں، زانیوں کو زنا کرتے ہوئے سزا دیں اس کے لئے نماز کا ماحول بنے پھر طاقت کا مظاہرہ ہوگا اگر اللہ کو رب مانتے ہو تو یہ محنت کرو کہ اللہ رب ہیں، وہ نماز پڑھ کر نماز کی تعلیم پر پالیں گے، صحت دیں گے، قرض دور کریں گے ۔ اسے بیٹھ کر سنو

فضائل کی تعلیم ہوگی تو معلوم ہوگا کہ باہر والوں کا بچاؤ مسجد کے اندر کی آبادی سے ہے ورنہ بیڑہ غرق ہوگا یہ حدیث ہے، یہ باتیں مخبرِ صادق ﷺ کی باتیں معلوم ہونگی۔ ہم عزت، حفاظت اور غنا کہاں ڈھونڈھ رہے ہیں؟ اور یہ عزت، حفاظت اور غنا ہیں کہاں؟ تمہیں سب چیزیں نماز میں ملیں گی، دعوت، تلاوۃِ قرآن ذکر وغیرہ پر یقین ہو، نماز کے باہر اور اندر بھی یقین بھرا ہو، اللہ اکبر کہکر سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ، پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہے یعنی تربیت کرنے والے اللہ ہیں سارے عالم کی تربیت کرنے والے اللہ ہیں۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ یعنی عبادت پر تربیت کرینگے اور قیام و رکوع عبادت ہے اس پر خدا پالیں گے اگر میرا رکوع اور قرآن پڑھنا اور استقبالِ قبلہ آپ کے طریقہ پر آگیا تو اللہ مجھے پالیگا، پالنے والا عبادت پر پالے گا، قیام آپ کے والے طریقہ پر ہوگا تو پالیگا۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ میں بھی یہی بات ہے۔ کہ تربیت کرنے والے اللہ ہیں، عبادت پر تربیت کریں گے، رکوع عبادت ہے۔ سر کمر کولھے، آپ کے طریقہ پر ہوں گے تو اللہ پالیں گے۔ ہر ہر جزو پر خدا سے پرورش کا یقین جماؤ۔ جلسہ میں رَبِّ اغْفِرْلِیْ کہا یعنی اللہ پالنے والا ہے۔

نماز کس بات سے ٹھیک ہوگی؟ ایمان، ذکر وغیرہ ٹھیک کیا جائے۔ یقین، نیت، شکل، شوق اور دھیان بناؤ، اپنے میں بناؤ، دوسرے میں محنت کرو، اپنے محلہ میں اور دوسرے محلہ میں گشت کرو۔ شہر اور گاؤں میں کوئی بے نمازی نہ رہے، ساری دنیا میں کوشش کرو۔ نبوت ملنے کے بعد آپ نے انسانوں سے لینے کا کوئی راستہ اختیار نہیں فرمایا۔ آپ نے طائف، تبوک، یمن، حضرموت اور نجد والوں کی نماز بنائی، جو کلمہ پڑھے نماز بنانے کی محنت کرے جب یقین بنے کہ اللہ رب ہے اور راستہ نماز ہے یہ دنیا میں چلے تو دنیا کی ترتیب بدلے گی۔ نماز کو اندر سے بناؤ۔ مسئلہ کا اندر سے تعلق ہے، جب یہ بنالو تو نماز کی بنیاد پر تین لائن ٹھیک کرو۔ گھر، کاروبار اور معاشرت،

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ طریقے لاؤ جو اللہ کی ذات سے پلنے کے لئے دیئے ہیں آپ کے راستہ میں بھی کمائی اور گھر ہے اور انسانوں کے راستے میں بھی کمائی اور گھر کے نقشے ہیں۔ رب کی بنیاد پر نماز اور نماز کی بنیاد پر کمائی یعنی جب کمائی سے پرورش نہیں بلکہ اللہ سے پرورش ہے تو اللہ کا حکم مان کرلیں گے، جب یہ بات ہے تو پھر کیوں کما رہا ہے؟ پہلے نماز سے پرورش ملی، لیکن نماز کے بعد دو راستے ہیں کمانا اور نہ کمانا۔ اگر نہ کمایا اور صرف نماز پڑھ کر اللہ سے لے تو ٹھیک ہے اس میں صرف یہ شرط ہے کہ اگر نہ کماؤ تو کسی مخلوق کا مال نہ دیانا اور اظہارِ حال نہ کرنا، سوال نہ کرنا، اسراف نہ کرنا، تکلیف پہونچے تو جزع فزع نہ کرنا، اللہ سے راضی رہنا۔ اگر اتنی بات آجائے تو کمائی کی ضرورت نہیں، اس کی مثال کے لئے چاروں سلسلے کے اولیاء اللہ ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں، حضرت عیسٰی علیہ السّلام ہیں اور اصحابِ صُفّہ ہیں اور لاکھوں مثالیں ہیں کہ صرف نماز سے کام چلایا،

اگر کمانا ہے تو اس پر بھی پابندی ہے اگر نہ کمانا ہو تو غصب، اشراف، سوال، جزع، فزع اور گھبراہٹ نہ ہو، اگر کماتے ہو تو یہ بنیاد ہے کہ کمائی سے نہ ملے گا اللہ سے نماز پر ملے گا، اور آپ کے طریقہ سے کمائی پر ملے گا، پھر خدا دے گا۔ میں پیسہ کے لئے نہیں کماؤں گا بلکہ آپ کے طریقے کمائی میں چلانے ہیں، کمانا حکم کو پورا کرنے کے واسطے ہے، ہم یقین کرتے ہوں کہ صرف اللہ پالے گا

ہم تصویر اور بد معاشی کے ناول نہیں بیچیں گے، حرام سے نہیں کماتا ہے، جو چیزیں حلال ہیں اُن سے کمانے کے دو طریقے ہیں اس میں ایک طریقہ حلال ہے دوسرا حرام ہے۔ سور، کتا، بلی ان کا کھانا حرام ہے۔ بکری، گائے، مرغی، ہرن حلال ہے، اِن میں بھی حرام و حلال بنے گا، اگر بسم اللہِ اللہُ اکبر کہہ کر ذبح کیا تو حلال، ورنہ حرام ہوگا۔ بکری کو پیچ سے مار کر بسم اللہ اکبر کہا تو بھی حرام بنے گا کیونکہ طریقہ غلط تھا۔ پہلے تو کمائی کی قسم ہے کہ حلال پر ہے یا حرام پر ہے، پھر حلال میں بھی طریقہ حلال ہے یا حرام ہے؟ اگر اللہ کے رب ہونے کا یقین ہے تو آپ کا طریقہ چالو کرنے پر آویں۔ خدا کی رضا کے لئے کمائیے۔ فضائل کے شوق اور مسائل کی پابندی کے ساتھ کمائیے، جو بات نماز میں کہی، وہی کمائی میں کہی اب کمائی، تجارت، زراعت میں رابطہ خدا کی ذات سے ہو تو دُنیا میں چمکنا اور پھلنا پھُولنا ہوگا۔ زلزلہ، سیلاب، بمباری، میں دوکان اور گھر کا بال بیکا نہ ہوگا۔ کیونکہ محبوب ﷺ کا طریقہ ہے چاہے دوکان مٹی کی ہو آپ کا طریقہ ہے تو ایٹم سے زیادہ طاقتور ہے، پھر کمائی کی بنیاد پر گھر چلا دیں گے۔

کچھ لباس حرام اور کچھ حلال ہیں، کھانا اور طرز کچھ حرام کچھ حلال ہیں۔ اس یقین کو لو کہ اللہ رب ہیں، آپ کے طریقہ پر پیسہ خرچ کریں گے۔ لباس اور غذا کی ترتیب آپ کے طریقہ پر ہوگی تو اللہ پالیگا آپ کے طریقہ کا جھونپڑا کسریٰ کے قلعہ سے بہتر ہے۔ مشرکین، ملحدین، فساق و فجار کی ڈھائی لاکھ کی کوٹھی سے بہتر ہے، پانچ روپیہ کی جھونپڑی میں وہ خیر ہے جو پچاس لاکھ کی کوٹھی میں نہیں ہے، اس کا نام ایمان ہے۔

آپ کے طریقہ کا سوا روپیہ کا کرتا مزیدار ہوگا، یہود و نصاریٰ کے ترتیب والے پچاس لاکھ کے کپڑے سے اُس میں وہ مزہ نہیں ہے، آپ کے طریقہ پر اللہ پالیں گے، اور یہود و نصاریٰ کے طریقہ پر بگاڑیں گے، آپ کے طریقے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور اولیاء اللہ کے طریقہ پر گھر کا نقشہ آیا تو خدا پالیگا، ورنہ بگاڑے گا۔ شادی کے طریقے، دوا دارو، ولادت و موت کے طریقے میں بھی

آپؐ کے طریقے آوینگے' اپنے طریقے بدل کر آپؐ کے طریقے لو' اگر تم نے ان گھروں کو یہود و نصاریٰ کے طریقہ پر رکھا تو پانی کی بوچھار اور زمین کا جھٹکا اُسے توڑ دے گا' اگر آپؐ کا طریقہ ہے تو ایٹم بم بھی نہیں توڑ سکے گا۔

لوہا' پتھر مسجد میں لگایا' بے قیمت ہے' قیمتی تو آپؐ کے طریقے ہیں' آپؐ کے بدن سے جو طریقے چلے وہ قیمتی ہیں' حکم خدا کا ہو اور طریقے آپؐ کے ہوں تو اگر ساری دنیا کی کوٹھی ہیرے کر جواہرات ہوں تو آپؐ کے پاخانہ پھرنے کی سنت اس سے قیمتی ہے' آگے معاشرت ہے۔

جب کمائی اور خرچ آپؐ کے طریقہ پر لاؤ تو غنی بنو گے' امریکہ اور روس اور ساری دُنیا فجر کی دو رکعت کے برابر بھی نہیں۔ ایک آدمی پانچ ہزار روپیہ لیکر افریقہ گیا۔ وہاں بہت نمازی ہے' انگلستان اور فرانس میں مسجدیں نہیں اس لئے مال یہاں خرچ کرو' زندگی سادہ بناؤ تو کمائی کی ہوس نہ رہے گی کمائی کی ہوس حضور صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ وغیرہ رضی اللہ عنہم کے نقشے پر آنے کے لئے نہیں ہے بلکہ قارون' فرعون' شداد اور شرابیوں اور زانیوں کے طریقے پر آنے کے لئے ہے' خوب پیسہ اور وقت بچے گا' جبکہ آپؐ کی تربیت کے طریقوں پر آؤ۔ امیر و غریب کو جوڑا تو ساری دنیا کی انسانیت پر احسانِ عظیم ہوگا۔ خدا خود بدلہ دے گا۔ ایک ایک نماز پر ساتوں زمین و آسمان سے بڑی جنت ملے گی' پھر معاشرت ہے' دُنیا میں انصاف چلانا ہے' ہم لاکھوں کی بلڈنگ میں رہیں اور لوگوں کو جھونپڑا بھی نہ ملے یہ ظلم ہے' انصاف نہیں۔

یہ یہود و نصاریٰ دوسروں کا خون پیتے ہیں اُن کی نقل اُتارنے میں مزہ آتا ہے اور جس ذاتِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاقے برداشت کئے اور اپنا خون بہایا اُن کے طریقے پسند نہیں آتے' آپؐ کے خون کے کئی قطرے بہے' ایک وقت کا فاقہ اور خون کا ایک قطرہ ساری دنیا سے افضل ہے' عشاق مال دیتے تھے اور آپؐ اُمت کی ضرورت پر مال لگا کر فاقہ کرتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں' حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا آپؐ نے ممبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں حلال کو حرام نہیں کہتا لیکن اس نکاح سے فاطمہؓ کو تکلیف ہوگی اور اس کی تکلیف سے مجھے تکلیف ہوگی' اتنی محبوب بیٹی کی شادی میں پچیس روپیہ بھی نہ لگائے۔ حضرت فاطمہؓ خود چکی پیستی تھیں۔ حضرت علیؓ مزدوری کرتے ہیں' مشک ڈھوتے ہیں' چھ بچے پرورش پاتے ہیں۔ حضورؐ کے پاس غلام باندی آئے' حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو بھیجا کہ غلام باندی مانگو' ہاتھ بٹائیں گے' حضرت علیؓ نے ہاتھ اور کوکھ دکھائی اور حضرت فاطمہؓ نے بھی کوکھ اور ہاتھ دکھائے اور غلام اور باندی مانگے' آپؐ کو غصہ آیا' فرمایا تمہیں تو باندی غلام دوں اور میری اُمت بھوکی رہے' آپؐ نے

اپنے کو اور اپنوں کو قربان کر کے اُمت بنائی ہے، تم اپنے عیش کو قربان کر کے اُمت کو بچاؤ۔ قوم، وطن، قبیلہ کے بن کر نہ چلو، اللہ کے بن کر چلو، پردیسیوں اور مقامیوں کا مسئلہ ہو تو اسے ظلم کا نعرہ نہ بناؤ، سندھی اور پٹھان کہا تو یہ ظلم کا نعرہ ہو۔ جب آدمی ظلم کرے، جاہلیت اور عصبیت پر مدد کرے تو نماز، روزہ منہ پر پھینک کر مار دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ مسلم اور غیر مسلم مسئلہ بھی نہیں ہے۔ مسلم نے ہندو کو مارا اور مسلم کی مدد کی تو تم ظالم بنے۔ ہر مسئلہ میں واقعہ کی تحقیق کرو، سندھی نے پنجابی کو پیٹا، پنجابی نے پٹھان کا مال دبایا اب کہو کہ ظلم اور انصاف کا مسئلہ ہے۔ مسلمان سے انصاف دلانا ہے۔ انصاف والے سروں پر آتے ہیں اور ظلم والے پیروں پر گرتے ہیں، انصاف پر خدا اوپر لائے گا۔ قومیت، اُبوّت، بُنُوّت کی بُنیاد پر مدد نہ ہوگی، کون مظلوم ہے؟ کون ظالم ہے یہ دیکھا جائے گا۔

اِن تینوں لائنوں میں اللہ کو رب مان کر آپؐ کے طریقے پر آؤ تو راکٹ اور ایٹم بم سے خدا محفوظ کرے گا۔ آپؐ کے طریقہ پر کرے گا۔ آپؐ کے طریقے ٹوٹنے پر نہ ملنے والوں کو پیروں پڑاتا ہے اور ماننے والوں کو سروں پر لاتا ہے، پہلے عبادت کو طاقتور بناؤ۔ پھر تینوں لائنوں کو اللہ کے رب ہونے پر اور آپؐ کے طریقہ پر اُٹھاؤ تو خدا مدد کرے گا۔ اس لئے آپؐ نے کمائی اور گھر کی ترتیب بنائی۔ اس پر آنا آسان ہوگا۔ اللہ آسان کرے گا۔

یورپ والے خون لینے والے ہیں اور آپؐ اپنا خون دینے والے ہیں۔ تو اب بتاؤ کہ حال کے مشرکین، ملحدین اور یہود و نصاریٰ نے جو خون کیا ہے اُسے دیکھو گے تو آپؐ کا طریقہ محبوب بنے گا۔ جب اللہ کے رب ہونے کا یقین ہو۔ اس لئے آپؐ نے اوقات کی ترتیب قائم کی، سال بھر میں چار مہینے مدنی صحابہ رضی اللہ عنہم اپنا مال لیکر خدا کے راستے میں نکلے تاکہ عبادت کا ماحول دنیا میں قائم ہوا اور آٹھ ماہ اپنے مقام پر رہتے ہوئے آدھا دن مسجد میں اور آدھا دن کاروبار میں، آدھی رات مسجد میں اور آدھی رات گھر میں۔ اس کے اعتبار سے چار مہینے مقامی عبادت کا ماحول بنانے کے لئے، دو مہینے کاروبار اور دو مہینے گھر کے لئے۔ اور چار مہینے بیرونی نقل و حرکت کرتے ہوئے، عبادت کا ماحول بنانے کے لئے۔

جب ایک طبقہ مدنی صحابہ رض کی ترتیب پر پڑ جائے تو دنیا میں دین پھیلے اور یہ تو اعلیٰ ترتیب ہے اور دوسری ادنیٰ ترتیب ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ چار مہینے دے اور ہر سال چالیس دن اور ہر مہینے تین دن اور ہر ہفتے میں دو گشت اور روزانہ کی تعلیم اور تسبیحات کی پابندی اور ہفتہ واری اجتماع، یہ ترتیب ایسی ہے جیسے انگلی کٹوا کر شہیدوں میں نام لکھوانا، ہر ہفتہ میں بلال پارک کے اجتماع میں رات گذارنے۔ عبادت کی یہ ترتیب قائم کرو کسی دن نماز طاقتور بن جائیگی

اور خدا تمہیں اس راستہ پر چپکا کر رہیں گے۔ اب بولو کون کس ترتیب پر آتا ہے۔؟

اس بیان کے بعد لوگوں سے چلہ تین چلہ کے اوقات کی تشکیل کی گئی۔ اس کے بعد ایک صاحب کا نکاح پڑھانے کی درخواست کی گئی۔ حضرت جیؒ نے نکاح پڑھایا۔ طبیعت چونکہ پہلے سے مضمحل چل رہی تھی اس لئے کہ مشرقی و مغربی پاکستان کا تقریباً ڈیڑھ ماہ سے زائد کا مستقل سفر رہا جس میں شب و روز انتہائی محنت و جانفشانی کے باعث راحت و آرام کا موقع نہیں ملا تھا، اس لئے اپنی ہمیشہ کی عادت کے خلاف صرف ایک منٹ کی دعا فرما کر قریب کی قیام گاہ کی طرف تشریف لے جا ہی رہی تھے کہ سعد بن حافظ محمد صدیق نوحی کو بلا کر فرمایا کہ مجھے چکر آ رہے ہیں اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر چلتے رہے، یہاں تک کہ اچانک زمین پر بیٹھتے چلے گئے، گرتے ہی پسینوں میں تر بتر ہو گئے، بمشکل چارپائی پر لاکر لٹایا گیا، بیہوشی طاری ہو گئی، حکیم صاحب نے دوا کھلائی، چند منٹ کے بعد ہوش آیا، عشار کی نماز دو آدمیوں کے ساتھ مل کر رات کو ساڑھے تین بجے ادا کی، پھر صبح کے وقت نمازِ صبح ادا فرمائی، مولانا انعام الحسن صاحب کو اپنی کتابوں کی زکوٰۃ نکال دینے کی وصیت کی، ڈاکٹر صاحب نے معائنہ کر کے کہا کہ اب خطرے سے باہر ہیں مگر شدید احتیاط کی جائے۔ جب سب لوگ جمعہ کی نماز کے لئے مسجد چلے گئے تو پھر حالت متغیر ہو گئی، دو آدمیوں کے ساتھ مل کر نماز اشارہ سے ادا فرمائی۔ لیکن سانس اکھڑ چکی تھی بار بار رَبِّیَ اللّٰہُ رَبِّیَ اللّٰہُ پڑھ رہے تھے، احباب جمعہ کے فرض ادا کر کے آئے آپ نے فرمایا شاید وقتِ آخر ہے سب لوگ قرآن پڑھیں اور ذکر کریں اور خود حزب الاعظم کی دعائیں پڑھنے میں مشغول ہو گئے، بالخصوص وہ دعا جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت پڑھ رہے تھے یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ وردِ زبان تھی اور اَنْجَزَ وَعْدَهٗ پڑھتے ہوئے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف بار بار اُٹھاتے تھے، اتنے میں ڈاکٹر آ گئے اور اسپتال لے جانے کا مشورہ دیا۔ حضرت جیؒ نے اسپتال کی بات سُنی تو فرمایا" وہاں عورتیں ہونگی میں نہ جاؤنگا" ڈاکٹر اور با اثر حضرات نے عرض کیا کہ حضرت ایک عورت بھی پاس نہ آئیگی فرمایا" پھر کوئی مضائقہ نہیں، آخر ایک بڑی کار میں لٹایا گیا فرمایا کہ میرے ساتھ کون چل رہا ہے، مولانا انعام الحسن صاحب اور حافظ محمد صدیق صاحب وغیرہ نے کہا کہ ہم سب ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا میرے ساتھ کوئی نہیں چل رہا ہے بس اللہ ساتھ ہے۔

راستے بھر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا وردِ زبان پر جاری رہا۔ ایک بار دریافت فرمایا کہ اب اسپتال کتنی دور ہے۔ کہا گیا بس پہونچ رہے ہیں۔ اب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی آواز ذرا دھیمی پڑ چکی تھی، پھر ہونٹ کلمہ طیبہ کی تکرار سے ہلتے رہے یہاں تک کہ اسپتال کے دروازے ہی پر

رحمتِ حق نے اس بے چین رُوح کو بڑھ کر اپنی آغوش میں لے لیا اور برسوں کے تھکے مسافر نے رفیقِ اعلیٰ کے پاس جاکر آرام پالیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

نوحۂ غم

رئیسُ التبلیغ، مجاہدِ دین، سرِ حلقۂ اولیائے مناخربن

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ناقابلِ تلافی صدمۂ رحلت پر

غمزدہ (مولانا) عبد الرحمٰن خاں شاکر دہلوی۔

یہ کس نے جادۂ منزل دکھا کے چھوڑ دیا　　دلوں کو راہ میں بسمل بنا کے چھوڑ دیا
کسی نے خوب یقین وخلوص کا عالم　　دل ونظر میں بسایا، بسا کے چھوڑ دیا
ابھی حیات کی تفسیر نامکمل تھی　　ادھورا قصۂ ہستی سُنا کے چھوڑ دیا
قسم ہے گریۂ یعقوبؑ وضبطِ یوسفؑ کی　　ترے فراق نے سب کو رُلا کے چھوڑ دیا
امیرِ قافلہ تجھ پر خدا کی رحمت ہو　　قریبِ منزلِ مقصود لا کے چھوڑ دیا
وہ اک اُمید جو وابستہ تیری ذات سے تھی　　غضب کیا اُسے حسرت بنا کے چھوڑ دیا
ہر ایک شکلِ زمانہ کو شکلِ دیں کے سوا　　مثالِ نقشۂ باطل مٹا کے چھوڑ دیا
ترے ہی سوز نے میوات کی فضاؤں میں　　چراغِ رُشد وہدایت جلا کے چھوڑ دیا
کہاں یہ دین پہ محنت کہاں یہ دَور مگر　　ترے خلوص نے آساں بنا کے چھوڑ دیا
خدا کو سونپ چلا اپنی ناخدائی بھی　　سفینہ قوم کا لنگر اٹھا کے چھوڑ دیا

وہ بیکسی ہے کہ آنسو بھی خشک ہیں شاکر
غموں نے عرصۂ وحشت میں لا کے چھوڑ دیا